ماھنامہ

حکمت بالغہ

فروری2009

مدیر:انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان

فون اور فیکس:0092-47-7628361

ای میل:hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ www.hamditabligh.net پر حکمت بالغہ کے تمام شمارے دستیاب ہیں

فرمانِ خداوندی

سورة الممتحنه

سورۃ الممتحنہ میں مسلمانوں کو ہدایت دی گئی کہ تمہیں اپنے تعلقات، اپنی محبتوں اور اپنی دوستیوں کا مرکز ومحور اللہ کو بنانا چاہیے، کسی حال میں اور کسی غرض کے لیے بھی اللہ کے دشمن کافروں کے ساتھ دوستی اور محبت کا کوئی تعلق باقی نہ رکھنا چاہیئے اور کوئی ایسا کام نہ کرنا چاہیے جو کفر واسلام کی کشمکش میں کفار کے لیے مفید ہو یہی تمہارے ایمان کی کسوٹی ہے، البتہ جو کافر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عملاً دشمنی اور ایذا رسانی کا برتاؤ نہ کر رہے ہوں ان کے ساتھ احسان کا رویہ اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اس ضمن میں فرمایا کہ اگر خواتین ہجرت کر کے آئیں تو ذرا چھان بین کر لیا کرو کہیں دھوکا فریب کا معاملہ نہ ہو اگر تم دیکھو کہ یہ واقعی اور حقیقی مسلمان ہیں اور دل سے ایمان لائی ہیں تو تم انہیں کفار کو نہ لوٹاؤ اس لیے کہ اب مسلمانوں اور کفار کا رشتے داری کا معاملہ ممکن نہیں ہے۔ آیت 12 میں رسول اللہ ﷺ کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ جو عورتیں اسلام قبول کریں ان سے، اُن بڑی بڑی برائیوں سے بچنے کا عہد لیں جو جاہلیت کے معاشرے میں پھیلی ہوئی تھیں اور اس بات کا اقرار کرائیں کہ آئندہ وہ بھلائی کے ان تمام طریقوں کی پیروی کریں گی جن کا حکم اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے ان کو دیا جائے گا۔

تبصرۂ کتب

(1)

نام کتاب ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالا

زیر تبصرہ شمارہ نومبر / دسمبر 2008ء

زر تعاون سالانہ 150 روپے

زیر اہتمام الشریعہ اکادمی، ہاشمی کالونی، کنگنی والا گوجرانوالا

زیر تبصرہ ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالا گزشتہ دو عشروں سے شریعت اسلامی کی عصر حاضر میں تشریح و توضیح نیز اس کے عملی نفاذ کے لئے راہ ہموار کرنے کی سعی کر رہا ہے یہ جریدہ مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ کی یاد میں اور حضرت مولانا سرفراز خان صفدر دامت برکاتہ کی رہنمائی میں حضرت مولانا ابو عمار زاہد الراشدی صاحب باقاعدگی سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔

یہ شمارہ شریعت اسلامی کے راستے میں عصر حاضر کی کھڑی کی ہوئی فکری و عملی رکاوٹوں کو دور کرنے میں عملی رہنمائی کے لئے فکر انگیز مواد پر مشتمل ہے، عصر حاضر میں اسلامی شریعت کے نفاذ کا علم بلند کرنا اور اس کے لئے کام کرنا وقت کی ضرورت اور شریعت اسلامی کا تقاضا تو ہے مگر عملاً اس کے لئے بڑی مشکلات ہیں جن میں سے سب سے بڑی مشکل ''اتحاد امت'' ہے کیونکہ اس کے بغیر اور فرقہ واریت کے نعروں کے ساتھ یہ کام ہونا ممکن نہیں، الحمد للہ کہ ''الشریعہ'' اس بات کو بھی اپنے مشن کا حصہ سمجھتا ہے اور اس کے سر نامہ میں ''وحدت امت کا داعی اور غلبہ اسلام کا علمبردار'' تحریر ہوتا ہے جو ہمارے نزدیک بڑی ہی خوش آئند بات ہے۔

اسلامی انقلاب، نفاذِ نظام مصطفےٰ ﷺ اور غلبہ اسلام کا نعرہ اللہ کے فضل سے اب زبان زد عام ہے اور اگر اس کے لئے کی جانے والی کوششوں کو منظّم انداز میں اجتماعی طور پر آگے بڑھایا جائے تو ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں ہے جب اسلام کا پرچم پہلے پاکستان اور پھر کل روئے ارضی پر لہرا رہا ہوگا۔

اہل علم اور بالخصوص علماء کے زیر اثر جدید تعلیم یافتہ حضرات تک یہ رسالہ پہنچنا وقت کی ضرورت ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جریدہ کے کارپردازان کو اپنے مشن کے تقاضوں کے مطابق اس کو بہت آگے لے جانے کی توفیق عطا فرمائے اور دیگر لوگ بھی جو اسی مشن کے دوسرے محاذوں پر مصروف کار ہیں انہیں بھی مزید پیش رفت کی ہمت عطا فرمائے آمین۔

(2)

نام کتاب: یادوں کی تسبیح

مؤلف: قاضی عبدالقادر

ضخامت: 381 صفحات قیمت: 400 روپے

ناشر: مکتبہ الہدیٰ ڈبائی منزل A-577 بلاک "J" نارتھ ناظم آباد کراچی

قاضی عبدالقادر صاحب کے قلم کی روانی نے جو شاہکار تخلیق کیا ہے اور مصنف نے اپنی آپ بیتی کو اپنی یاداشتوں (NOTES) سے اٹھا کر ایک ترتیب دے کر تسبیح کی طرح پرو دیا ہے اس کتاب کا ہر قاری اس کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔

مؤلف کی شعوری زندگی کا آغاز گزشتہ صدی کی چوتھی دہائی میں ہوا جو مذہبی، سیاسی، معاشرتی، سماجی، تاریخی اور عالمی سطح پر ایک ہنگامہ خیز دور تھا، کتاب ''یادوں کی تسبیح'' میں ایک کامیاب معاشرتی اور ادبی تحریر کی چاشنی، الفاظ کا صحیح انتخاب اور حالات کے اتار چڑھاؤ کا واضح عکس جھلک رہا ہے جس سے مؤلف کے جذبات اور احساسات نیز امنگوں اور عزائم کی بھی ساتھ ساتھ عکاسی ہوتی جاتی ہے۔ اس کتاب میں مؤلف کے اپنے ہی حالات پر اکتفا نہیں ہے بلکہ اس کے ہم عمر اور ہم خیال کئی دوستوں کی سرگرمیوں اور کاموں کی طرف اشارہ ہے جو بعد میں ملک کی دینی مذہبی اور سیاسی تاریخ میں روشن تابندہ ستاروں کی طرح چمکے ہیں۔

اس کتاب کے مطالعے سے ہر قاری بالخصوص نوجوانوں کے سامنے قیام پاکستان کے ابتدائی سالوں میں ہر دم متغیر اور نامساعد حالات کی سچی تصویر آجائے گی جس سے انہیں یہ اندازہ ہو گا کہ مسلسل اور انتھک محنت سے ہی انسان ایک کامیاب زندگی گزارتا ہے نیز آج جتنے بڑے بڑے لیڈر ملک کے افق پر موجود ہیں وہ سب آج سے چند عشرے پہلے اسی طرح بچپن، لڑکپن اور جوانی

کی عمر میں تعلیم اور عملی زندگی کی ابتدائی منزلوں میں سرگرداں تھے تا آنکہ مقصد سے لگن، مسلسل محنت اور امانت و دیانت نے انہیں کامیابی سے ہمکنار کر دیا اور بڑے آدمی شمار ہونے لگے ہیں۔

مؤلف نے تحریک پاکستان، اسلامی جمعیت طلبہ، جماعت اسلامی، انجمن خدام القرآن لاہور انجمن خدام القرآن کراچی اور تنظیم اسلامی کے ساتھ اپنی وابستگی کے ادوار کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔تحریکی مزاج اور ملک میں اسلامی غلبہ کے خواہش مند جوانوں کے لئے کتاب بے حد مفید ہو سکتی ہے جبکہ بڑی عمر والے حضرات کے لئے بھی ہمت بڑھانے اور آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے معین و مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔تحریکی زندگی کا شعور پیدا کرنے کے لیے کتاب ایک قیمتی اثاثہ اور تحریکی ادب میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔امید کی جا سکتی ہے کہ اسلام کے روشن مستقبل کے خواہاں حضرات اس کتاب سے ضرور روشنی حاصل کریں گے۔

حقیقت علم نمبر (اگست 08ء) پر
اہل علم کے تبصرے

(1)

محترم جناب مختار فاروقی صاحب
صدر انجمن خدام القرآن و مدیر حکمت بالغہ جھنگ

السلام علیکم

آپ کا پرچہ ''حکمت بالغہ'' باقاعدگی سے مجھے ملتا ہے۔ اس مرتبہ آپ کا ''حقیقتِ علم نمبر'' شمارہ ملا اور اُس کا مطالعہ کیا تو واقعتاً ایک دلکش، دل موہ لینے والا (FASCINATING) پرچہ پایا۔ جوں جوں اس کا مطالعہ کیا، تشنگی بڑھتی گئی، دماغ کے مختلف گوشوں میں جو خلا تھے وہ پُر ہوتے گئے اور روشنی پھیلتی گئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کے زورِ قلم میں برکت عطا فرمائے۔ (آمین)

کچھ عرصہ پہلے میں نے مسجد نبوی علی صاحبہا کی وسعت کی ایک DOCUMENTARY فلم دیکھی تھی جو لاجواب تھی، کس طرح کھدائی ہوئی، دروازوں کی تیاری ہوئی، لکڑیوں کو جوڑ کر شکل دی گئی، چھت کو مکمل کیا گیا وغیرہ۔ حقیقت علم نمبر پڑھ کر کچھ ایسا ہی تأثر ذہن میں قائم ہوا۔ ایک فلم ہے جس کا آغاز ہوا، مختلف مراحل سے گزرتی ہوئی اپنی تکمیل کو پہنچی۔ اللہ تعالیٰ نے کس طرح کائنات کو بنایا، انسان کی تخلیق فرمائی، اس کو خصوصی حسیات (SPECIAL SENSES) عطا فرمائیں، اسے عقل عنایت فرمائی، مشاہدات و تجربات کا سلیقہ سکھایا، تجرباتی علم عطا کیا اُس کے نتائج پیدا کیئے، اُس سے سائنس، انجینئر نگ، ٹیکنالوجی نے جنم لیا۔ اُس سے تیار مال حاصل کیا، خفیہ ہاتھ نے اُسے بیچنے کے بہانے تجارت کی، معلومات اکٹھی کیں، قبضہ کیا، سامان تعیش، شراب و کباب کو حاصل کیا، آثار قدیمہ کے نام پر انسانوں کو اُلّو بنایا اور ٹورازم کا آغاز کیا، اس طرح تہذیبوں کو ہڑپ کرتے گئے اور دنیا کو ظلم سے بھر دیا۔ یہی دجل ہے، دھوکا ہے

،فریب ہے۔علم ہدایت کوکس طرح اورکن طریقوں سے دبایا، کُھر چا، ذہنوں سے محوکیا وغیرہ۔

آپ کی 40 سالہ غور وفکر کی تحریر واقعی اس لائق ہے کہ پڑھی جائے ، پھیلائی جائے، اپنائی جائے ، دلوں کو گرمائی جائے۔اللہ تعالیٰ ہمیں علم سے بہرہ ورفرمائے اور عمل کی توفیق دے۔(آمین)۔ خاکسار (محمد طاہر خاکوانی)

(2)

جناب انجینئر مختار فاروقی صاحب السلام علیکم و رحمة الله

اس وقت خط لکھنے کا مقصود ایک تو آپ کا شکریہ ادا کرنا ہے کہ آپ مسلسل رسالہ بھیج رہے ہیں اور دوسرے اگست 08ء کا رسالہ دیکھ کر آپ کی کاوش کی داد نہ دینا کم ظرفی اور بخل ہوگا بڑی دیر سے میری خواہش تھی کہ آپ کا قلم اس طرف آئے گا۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ

مجھے آپ کی یہ کاوش بہت ہی پسند آئی ہے کہ آپ روٹین سے ہٹ کر ''حقیقت علم'' کی بات کرنے لگے ہیں میں 20 سال سے یہی کام کر رہا ہوں جس کے نتیجے میں 14/15 کتابیں اور 22/20 پمفلٹس شائع کر کے تقسیم کر چکا ہوں۔آج قوم کو خاص طور پر وکلاء، پروفیسرز ڈاکٹرز، طلباء اور انجینئرز کو قرآن کے اس علمی پہلو سے بھی روشناس کرانا ضروری ہے جو اس کا مقصدِ نزول ہے اس انتہائی شاندار کاوش پر میری طرف سے مدیر معاون جناب مفتی عطاء الرحمٰن کو بہت ہی مبارک باد دیں آپ نے اور مفتی صاحب نے میری بہت ہی ڈھارس بندھائی ہے اللہ آپ کا قلم حقیقت علم کی وضاحت کی طرف ہی رکھے یہ ٹھیک ہے علم اکتسابی بھی ہے اور وہبی بھی اور وہبی علم جو وحی، کشف، الہام اور خواب پر ہوتا ہے بلاشبہ ایک ایسی طاقت کی طرف سے ہوتا ہے جس میں غلطی کا امکان نہیں ہوتا لیکن اکتسابی علم جو حواس خمسہ سے حاصل کیا جاتا ہے' بھی اہمیت اور اصلیت کے اعتبار سے کم درجہ نہیں ہوتا۔علامہ اقبال کا سارا علم گو اکتسابی نہیں (بہت کچھ انہیں غیب سے ملا) لیکن انہوں نے علم کا ماخذ عقل وشعور کو ہی بتایا۔جس کی بنیاد حواس خمسہ ہیں مثلاً یہ کہنا کیا INTUITIVE نہیں۔

حادثہ جو ابھی پردۂ افلاک میں ہے عکس اس کا میرے آئینۂ ادراک میں ہے

تو ادراک کس کو ہوتا ہے جس کے حواس خمسہ درست، طاقت ور اور RECEPTIVE ہوں۔ جتنے بھی بڑے دانشور دنیا میں ہوئے ہیں انہوں نے سب کچھ پردۂ افلاک سے لیا ہے مگر صرف اسی صورت میں کہ ان کے انٹینا اتنے RECEPTIVE تھے کہ وہ حالات و واقعات کا مکمل عکس اپنے پردۂ سکرین پر لے آئے۔ میری طرف سے پھر آپ اور مفتی صاحب دلی مبارک باد قبول کریں۔ والسلام (پروفیسر علی حسن مظفر)

---

(3)

محترم و مکرم انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب۔

السلام علیکم ورحمة الله

1۔ سب سے پہلے تو میں آپ کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ آپ نے بہت ہی سادہ مگر نہایت شستہ انداز میں اپنا حاصل مطالعہ بحوالہ فکر اقبال مرحوم وڈاکٹر رفیع الدین مرحوم جامع طرز پر ترتیب دے کر اس شمارے میں جدید تعلیم یافتہ حضرات کے سامنے رکھ دیا ہے امید ہے کہ خواہشمند حضرات کو علم جدید کے حوالے سے درست رہنمائی ملے گی اور وہ مرعوبیت کی بیماری سے ان شاء اللہ نجات پائیں گے۔

2۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ مغربی فلسفہ وفکر نے علوم جدیدہ میں گمراہیاں پیدا کیں ورنہ ان میں فی نفسہ کوئی خرابی نہیں ہے۔ علم الاسماء تو اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش ہی سے انسان کو عطا کر دیا تھا اور ساتھ ہی اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى کا حصار بھی لگا دیا تھا تا کہ انسان کھل کھیل نہ سکے جیسا کہ مغربی انسان نے کھیلا۔ مغربیوں کی معذوری قابل فہم ہے اس لئے کہ یہود کے فکر چالاک نے ان کو علم وحی سے بالکل محروم کر دیا اور علم وحی کے بغیر جب علم جدید میں ترقی ہوئی تو لازم تھا کہ اس میں شیطان اپنا اثر و رسوخ شامل کرے چنانچہ شیطان نے اپنے مغربی اولیاء کو وحی کی: اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ (الانعام: 121) کہ وہ ان علوم کو اس طرح ترتیب دیں کہ ان کے ایک ایک جزیئے سے اللہ سے بغاوت کی بدبو آئے اور اس میں وہ اس حد تک کا

میاب ہوئے کہ ساری دینا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

قابل رحم حالت تو اہل اسلام کی ہے کہ وحی کے نور کامل کی موجودگی میں بھی وہ علوم جدیدہ کی خرابیوں سے اپنے آپ کو محفوظ نہ رکھ سکے حالانکہ ان کا کام یہ تھا کہ وہ آگے بڑھ کر مغرب کی شرارت کا سد باب کرتے اور علوم جدیدہ کی سرپرستی اور ان کو وحی الٰہی کے حصار میں لے کر خود ترقی دیتے اور اس طرح انسانیت کو گندگی میں گرنے سے بچاتے لیکن عرصہ ہوا کہ اہل اسلام سو گئے اور دنیا ''جاہلیت جدیدہ'' کی تاریکی میں ڈوب گئی۔ آپ کی اس محنت سے ایسا لگا جیسے گھپ اندھیرے میں ایک چراغ روشن ہو گیا ہے۔ ان شاء اللہ اس کی روشنی پھیلے گی اور اپنے اثرات بھی دکھلائے گی۔

3۔ مجلّہ کے مطالعہ کے بعد میرا تائثر یہ ہے کہ اس کا عنوان صرف ''حقیقتِ علم'' کی بجائے ''حقیقت علم جدید'' ہوتا تو وہ زیادہ متعلق (RELEVANT) ہوتا کیونکہ آپ نے خود بھی ''حرف آرزو'' میں اسی طرف اشارہ کیا ہے

جہاں تک ''حقیقتِ علم'' کا تعلق ہے اس پر بڑے جامع اور مفصل انداز میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے بیان کیا ہے ان کے مطابق علم کی دو اقسام ہیں:

☆ علم وحی (REVEALED KNOWLEDGE)

☆ علم اکتسابی (ACQUIRED KNOWLEDGE)

یعنی جب حقیقت علم کی بات کریں گے تو اس کو دو حصوں میں تقسیم کریں گے بقول علامہ ابن خلدون: ''العلم علمان: علم الادیان و علم الابدان''

4۔ ''حرف آرزو'' میں اگر علم کی وسعت کا تذکرہ ہو جاتا تو بہتر ہوتا بالخصوص اس علم کا جو اللہ تعالیٰ براہ راست انبیاء کے ذریعے انسانوں کو دیتا رہا ہے جس کو علم بالقلب کی بجائے علم بالوحی قرار دینا زیادہ موزوں ہے، اس سے یہ پیغام بھی جدید پڑھے لکھے لوگوں کو مل جاتا کہ انسان کی ضرورت دونوں علوم ہیں اور ان میں بھی فائق علم ''علم دین'' ہے۔

'علم الابدان' یا 'علم الاسماء' یا مادی علوم، علم دین کے ماتحت ہوں تو انسانوں کے لئے رحمت ہیں ورنہ تباہی و گمراہی۔ آپ نے اکتسابی علم کی حقیقت واضح کرتے ہوئے اُس پر مغرب کی

بے خدا فکر و تہذیب کے اثرات کا بطور خاص ذکر کیا ہے جو اختصار کے باوجود جامع ہے اس سے یقیناً علم جدید کے کمزور پہلو نمایاں ہو کر سامنے آئیں گے۔

5۔ مجموعی طور پر "حقیقت علم نمبر" عمدہ کوشش ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بدلہ دے گا۔ مضامین کی مختلف حصص میں تقسیم ان کی افادیت میں اضافے کا باعث بنے گی۔ ان شاء اللہ۔

(ضمیر اختر خان) zamirakhtarkhan@yahoo.com

---

(4)

محترم انجینئر مختار فاروقی صاحب

السلام علیکم ورحمة الله

اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتوں اور برکتوں کا نزول جاری رکھے تاکہ آپ لوگ حکمت بالغہ کا تحقیقی، علمی، تبلیغی اور دلوں کو روشن کر دینے والا کام جاری رکھ سکیں، حکمت بالغہ کا "حقیقت علم نمبر" پڑھا آپ لوگوں کی کاوش دیکھ کر دلی خوشی اور راحت ملی کہ ہمارے ملک میں بھی اس پائے کا کام کرنے والے لوگ موجود ہیں۔ آپ نے اس ماہنامے کو جس طرح پانچ حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصے میں مختصراً مگر جامع انداز سے مثالیں دے کر اپنا نقطۂ نظر واضح کیا ہے اور یورپی اقوام اور ان سے موجود ماسٹر مائنڈ کو بے نقاب کرنے کی سعی کی ہے وہ قابل ستائش کام ہے۔

علم اور انسان، تجرباتی علوم اور عقل، سوشل سائنسز کی تشکیل اور ترقی اور مغربی فلسفہ کی تباہ کاریوں کے حوالے سے معلومات بہت اچھے پیرائے میں بیان کی گئی ہیں۔ آخر میں ان تباہ کاریوں کا علاج پڑھ کر آپ لوگوں کے لئے دل سے دعا نکلی اللہ تعالیٰ آپ صاحبان اور آپ کی پوری ٹیم کو مزید حوصلہ اور استقامت دے۔ (آمین)

(اعجاز احمد بٹ)

انچارج کرائمز ایڈیشن روزنامہ جنگ لاہور

ے تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را گاہے گاہے بازخواں ایں قصہ پارینہ را

آہ! (مقبوضہ) حیدرآباد (دکن)

انجینئر مختار فاروقی

ساٹھ سال پرانی بات ہے۔ ہماری نئی نسل کو شاید یہ معلوم ہی نہ ہو کہ برطانوی ہند کی تقسیم میں مقبوضہ کشمیر کی طرح ایک مقبوضہ حیدرآباد دکن بھی ہے۔ اور مزید یہ کہ ایک مقبوضہ ریاست جوناگڑھ بھی ہے۔ (یاد رہے کہ جوناگڑھ بحیرۂ ہند کا ساحلی شہر ہے۔ کراچی اور ممبئی کے تقریباً درمیان میں اور اس ریاست کی اہمیت اس بات سے اور بھی زیادہ اجاگر ہوتی ہے کہ سومنات کا مشہور زمانہ مندر جسے سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمۃ نے 1026ء میں فتح کر کے بتوں کو پاش پاش کر دیا تھا وہ جگہ اسی ریاست کا حصہ ہے اور بھارت نے اس ریاست پر ناجائز قبضہ کر کے 1947ء کے بعد وہ سومنات کا مندر دوبارہ تعمیر کیا ہے اور اس کا قیمتی دروازہ جو سلطان محمود غزنوی افغانستان لے گیا تھا وہ 1970ء کی دہائی میں افغانستان سے واپس لے کر دوبارہ وہیں نصب کر دیا گیا ہے)

مقبوضہ حیدرآباد دکن کا تذکرہ نوک قلم پر اس لئے آ گیا کہ زندہ قومیں اپنے ماضی کو یاد رکھتی ہیں اور اپنے آباؤ اجداد کے ادھورے کاموں کو مکمل کرنے کا عزم تازہ رکھتی ہیں اس لئے کہ اجتماعی اور قومی زندگی میں کئی کام صدیوں میں تکمیل پذیر ہوتے ہیں۔ جس میں کئی نسلیں اپنے اپنے حصے کا کام سرانجام دے کر اس کو پایہ تکمیل تک پہنچاتی ہیں۔ تحریک پاکستان بھی ایک ایسی ہی جدوجہد کا نام ہے جو کئی نسلوں میں حصول پاکستان تک پہنچی اور ابھی اسے قوت واخوت عوام بننے

اور ''ترجمان ماضی'' اور ''شانِ حال'' کا روپ دھارنے میں کئی مشکل گھاٹیاں اور غرقاب درپیش ہیں جبکہ ''شانِ استقبال'' کا ''نظارہ دیرینہ'' دنیا کو دکھانے کا مرحلہ اس کے بعد ہے۔ یا یوں کہئے

کہ ابھی تو ہمارا ملک اور حکمران امریکہ بہادر کے ''سائے'' میں خوشحالی اور روشن خیالی کے مزے لوٹ رہے ہیں جبکہ عوام پانی اور بجلی کے بغیر اس ''اندھیر نگری'' میں پتھر کے زمانے کے قریب جا پہنچے ہیں۔ نامعلوم یہ ملک خداداد ''سایہ خدائے ذوالجلال'' کا منظر کب پیش کرے گا۔

مقبوضہ حیدر آباد دکن کا تذکرہ نوک قلم پر آنے کی ظاہری وجہ یہ بنی ہے کہ گزشتہ ماہ کے ممبئی بم دھماکوں کے ضمن میں پاکستان کے بچے بچے نے اور عالمی سطح پر ہر باشعور انسان نے یہ خبر سنی اور غور کیا ہوگا کہ ممبئی بم دھماکوں اور حیدر آباد (دکن) کا کیا تعلق ہے؟

ان سطور میں ہمیں اس بحث سے غرض نہیں ہے کہ ممبئی بم دھماکوں کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے اور امریکہ، اسرائیل، بھارت اور پاکستان کے رہنماؤں کا جو بھی موقف ہے وہ حقیقت کے نزدیک ہے یا دور ـــــــــــ

ہمیں تو ممبئی بم دھماکوں کے ڈرامہ نویس کے ذہن کی داد دینی ہے اور اس کا شکریہ ادا کرنا ہے کہ اس نے کسی بھی نیت اور ارادے سے یہ ڈائیلاگ دہشت گردوں کے منہ سے ادا کرایا تو ہم مسلمانانِ پاکستان اور عالمی سطح کے بیدار مغز انسانوں کو یہ بھولا بسرا واقعہ لاشعور کی سطح سے ابھر کر شعور کی سطح پر آ گیا اور کئی سوال کھڑے کر گیا۔

حیدر آباد دکن کا تذکرہ 60 سال بعد کیوں؟ یہ مطالبہ پیش کرنے کا موقع کیا تھا؟ دہشت گرد ساٹھ سال سے زیادہ عمر کے لوگ تھے جنہیں اس دل دوز واقعہ کی کسک دل میں ستا رہی تھی؟ حیدر آباد دکن کب مقبوضہ بنا؟ کس نے بنایا؟ کیوں بنایا؟ کن اصولوں کی خلاف ورزی ہوئی؟ اس مسئلہ کو ریڈ کلف ایوارڈ کے مطابق تقسیم ہند کے حوالے سے حل کیوں نہ کیا گیا۔ اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل اس واقع پر گزشتہ ساٹھ سال سے کیوں چپ سادھے ہوئے ہیں؟ اور مشرق بعید کی عیسائی ریاست تیموریہ کی طرح آناً فاناً اس مسئلہ کے حل کا مقدر کب چمکے گا؟ اس مسئلے کے حل کے لئے کون رکاوٹ ہے اور کس کس کے مفادات اس کی راہ میں حائل ہیں؟

اس طرح کے بے شمار سوالات ہر ذی شعور انسان اپنے آپ سے اور اپنے گرد و پیش میں اٹھانے پر مجبور ہے۔

راقم ذاتی طور پر ممبئی بم دھماکوں کے ڈرامہ کے اس ڈائیلاگ پر اس کہانی کے ''خالق'' کا تہہ دل سے مشکور ہے اور انصاف پسند، آزادی پسند اور جبر کی قوت سے نفرت کرنے والے ہر انسان کی طرف سے بھی کہ اس نے ایک بھولے بسرے اہم مسئلے کو عالمی سطح پر اجاگر کر دیا۔ (آئندہ کسی ایسے ہی واقعہ پر جونا گڑھ کی آزادی کا مطالبہ بھی آ جائے تو بڑا احسان ہوگا)۔

راقم تاریخ کا طالب علم تو نہیں تاہم مطالعے سے جو باتیں مقبوضہ حیدر آباد (دکن) سے متعلق یاد ہیں وہ قارئین کی دلچسپی اور معلومات کے لئے حاضر ہیں۔اس میں اضافے اور تصحیح کی گنجائش رہے گی جس کے لئے اہل علم کو دعوت ہے۔

☆ تحریک پاکستان 1940ء کی دہائی میں زوروں پر تھی اور برطانوی ہند کے طول وعرض میں پشاور سے چاٹگام تک ''پاکستان کا مطلب کیا'' اور ''لے کے رہیں گے پاکستان'' کے نعرے گونج رہے تھے۔ 1946ء کے الیکشن میں آل انڈیا مسلم لیگ کو برتری حاصل ہوئی اور وہ مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ جماعت کے طور پر ابھر کر سامنے آ گئی۔قائداعظم محمد علی جناح کی ولولہ انگیز قیادت میں پاکستان کے مطالبہ کی منظوری کے واضح آثار دکھائی دے رہے تھے۔

☆ مختلف مراحل سے گزر کر قابض برطانوی راج یعنی تاج برطانیہ نے تقسیم ہند پر آمادگی ظاہر کر دی۔تقسیم ہند کے موقف کا تسلیم ہو جانا دراصل قابض برطانوی استعمار اور ہندو ذہن کی مشترکہ شکست تھی۔تقسیم ہند کو روکنے کے لئے ان دونوں قوتوں نے ملکرایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا مگر تاریخ کا بہاؤ، علامہ اقبال کی تجدیدی مساعی کے نتیجے میں عوامی بیداری، برطانوی استعمار کی لوٹ کھسوٹ اور ہندو کی بظاہر آزادی کی جدوجہد (جس کے لئے وہ مسلمانوں کے ایک قابل ذکر حصے کو ساتھ ملائے ہوئے تھا) اور در پردہ گزشتہ ایک ہزار کے مسلم اقتدار (جسے ہندو اپنی کم ظرفی کی وجہ سے غلامی تصور کرتا تھا) کا بدلہ چکانے کی خواہش کے منافقانہ عزائم تھے۔جس نے مسلمانوں کے اجتماعی جوش وخروش کو عروج پر پہنچا دیا۔

☆ چنانچہ تقسیم ہند کو تسلیم کر کے اعلان آزادی (3 جون 1947ء) نشر ہوا اور اس کے عملی

اقدامات شروع ہوئے۔ تقسیم ہند کے عملی اقدامات میں جا بجا ہندو منافقت اور برطانوی مسلم دشمنی کے نقوش واضح ہیں۔ مسلم اکثریت کے علاقوں کے تعین اور پاکستان و ہند کی سرحدوں کی حد بندی کے لئے ریڈکلف کمیشن بنایا گیا جس پر تاج برطانیہ کی مداخلت اور ہندو کی جانبداری کا واضح الزام لگایا گیا اور وہ استعماری عزائم کے آگے مظلوم مسلمانوں کی بار بار دہائی کی کوئی شنوائی نہ ہو سکی۔

☆ تقسیم ہند کے سلسلے میں ریڈکلف ایوارڈ آیا تو اس نے پنجاب، سندھ اور بنگال کی ایسی مضحکہ خیز تقسیم کر دی کہ بیراج کا کنٹرول ایک ملک میں نہرین دوسرے ملک میں۔ ریلوے اسٹیشن کی بلڈنگ ایک ملک میں اور پلیٹ فارم دوسرے ملک میں۔ علیٰ ہذاالقیاس۔

☆ تقسیم ہند کے وقت پورے ملک میں 625 ریاستیں تھیں جن کا نظم و نسق بظاہر نواب، راجے، مہاراجے چلاتے تھے۔ نگران کے مدارالمہام یا وزیر اعظم وائسرائے نامزد کرتا تھا جس سے عملاً یہ ریاستیں تاج برطانیہ کی براہ راست غلام اور برطانوی سامراج کے انگوٹھے یا فوجی بوٹ کے نیچے براہ راست بے دست و پا رہتی تھیں۔

☆ پاکستان کے معرض وجود میں آتے وقت طے پایا تھا کہ ان ریاستوں کے سربراہ فیصلہ کریں گے کہ وہ پاکستان یا بھارت کس کے ساتھ جائیں گے۔

☆ بھارت نے روایتی اور دیرینہ مسلم دشمنی کے جذبات کے تحت مسلم اکثریتی علاقے ریاست کشمیر کے راجے کو دہلی بلا کر دباؤ ڈال کر بھارت کے ساتھ الحاق کرا لیا (جس کی دستاویز کے جعلی ہونے پر بڑا مواد موجود ہے) جسے کشمیری عوام نے تسلیم نہیں کیا تو بھارت نے عوامی رائے شماری کہ ریاست کشمیر کے عوام بھارت یا پاکستان کس کے ساتھ الحاق چاہتے ہیں (جیسے سلہٹ اور صوبہ سرحد میں ہوا تھا) دسمبر 1947ء میں واضح شکست نظر آنے پر ریاست میں فوجیں داخل کر دیں۔ اس پر پاکستان کی حکومت نے عقل مندی سے کام لیا اور عوامی سطح پر شمالی علاقہ جات سے رضا کارانہ فوج نے مقابلہ کیا اور قریب تھا کہ پورا کشمیر آزاد ہو جاتا روایتی چند نادیدہ ہاتھوں نے جنگ بندی کرا دی اور معاملہ اقوام متحدہ میں چلا گیا جس کے معنی ہی کسی مسلم قضیے کو سرد خانے میں ڈال دینا ہے۔ قرار دادیں منظور ہوئیں، استصوابِ رائے کا فیصلہ بھی ہوا مگر بھارت نے ایک نہ مانی اور معاملہ 60 سال سے جوں کا توں ہے کشمیر کا ایک حصہ جنگ بندی کے بعد مسلمانوں کے

پاس آ گیا جو آزاد کشمیر کہلاتا ہے۔

اسی طرح ریاست جونا گڑھ کا مسئلہ ہے جو بھارت کے لئے سومنات کا مندر ہونے کی وجہ سے ''مونچھ کا بال'' بنا رہا تا آنکہ برطانیہ، امریکہ اور سلامتی کونسل کے دیگر بے انصاف اور ظالم ممبران کی وجہ سے سرد خانے میں چلا گیا اور آج اس کا نام بھی زبان پر نہیں ہے۔

☆ ریاست حیدر آباد (دکن) کا معاملہ سب سے زیادہ سنگین اور بھارت کی دیدہ دلیری اور فاشزم کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ اور آج بھی ہے کہ اس کی کسک بالواسطہ طور پر عالمی سطح پر آ گئی۔

ریاست حیدر آباد دکن بھارت کے وسط میں ہے بھارت اگر تقسیم میں مخلص ہوتا تو اس ریاست کو مسلم ریاست کے طور پر تسلیم کر لیتا جیسے کیوبا کیمونسٹ اسٹیٹ ہے اور امریکہ کے پہلو میں روس اور ماسکو سے بہت دور زندہ سلامت ہے۔ بھارت بھی مسلمانوں سے مخلص ہوتا تو دکھانے کو ہی سہی اس ریاست کو زندہ رکھتا۔

اس ریاست کے سربراہ نظام حیدر آباد نے ریاست کا الحاق پاکستان سے کر دیا اور پاکستان کے لئے بھاری مالی امداد بھی دی (جو برطانیہ اور بھارت نے آج تک پاکستان نہیں پہنچنے دی) حیدر آباد دکن مالی طور ایک خوشحال ریاست تھی اور اس کے نواب نظام حیدر آباد میر عثمان علی کا شمار دنیا کے چند متمول ترین آدمیوں میں ہوتا تھا۔ بھارت نے اس سونا اگلتی زمین پر للچائی ہوئی نگاہیں گاڑے رکھیں اور معاملے کو لٹکا دیا اور شاطرانہ انداز میں موقع کی تلاش میں رہا۔

☆ پاکستان کے معرض وجود میں آنے پر ملک کو مالی طور پر بہت سی مشکلات کا سامنا تھا اور مہاجرین کی آمد اور آباد کاری، دوسرا بڑا مسئلہ تھا وسائل کی کمی شدید تھی تاہم قائداعظم کی بے مثال قیادت اور مسلم اخوت (MUSLIM BROTHER HOOD) نے معجزہ دکھایا اور ملک آہستہ آہستہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے لگا۔

اس عرصے میں بھارت نے مسلم دشمنی اور انتقامی جذبات کے تحت ہر موقع پر پاکستان کو دھوکہ دیا اور اسلحہ، فوج، ہتھیار، وسائل غرض ہر چیز کی تقسیم میں پاکستان کو حصہ کم دیا اور پھر اکثر و

بیشتر جو حصہ معاہدے میں طے پا گیا وہ بھی عملاً کبھی پاکستان تک نہ پہنچ سکا۔ پاک و ہند دوستی زندہ باد۔ آج مغرب امریکہ برطانیہ پھر ہمیں ہندو کے ساتھ دوستی اور تجارت کا سبق دیتے ہیں مگر در پردہ وہ بھی بھارت کی طرح مسلم دشمنی کے جذبات سے سرشار ہیں تاریخ نے اسے صلیبی جنگوں (CRUSADES) کا نام دیا ہے ورنہ انہیں مسلم امہ کے کسی مفاد سے کوئی غرض نہیں ہے۔

☆ 1948ء میں قائداعظم پیرانہ سالی، کام کی زیادتی اور بیماری کی وجہ سے صاحب فراش ہوگئے اور مرض بڑھتا گیا تا آنکہ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کے اٹل اصول کے سامنے پاکستان کے مسلمانوں کو سر جھکانا پڑا اور 11 دسمبر 1948ء کو قائداعظم کی وفات کی خبر نشر ہوگئی۔

مسلم دشمنی اور انتقامی جذبات سے لبریز ہندو ذہنیت موقع کی تلاش میں تھی مسلمانان عالم اور مسلمانان پاکستان اپنے محبوب رہنما کی وفات کے غم میں نڈھال تھے کہ 12 ستمبر 1948ء رات ڈھلے بھارت نے حیدر آباد (دکن) میں بظاہر پولیس کے ذریعے (تا کہ عالمی میڈیا بھارت کو اسرائیل اور حیدر آباد کو "غزہ" نہ سمجھ لیں) ریاست حیدر آباد (دکن) کا انتظام سنبھال لیا۔

مسلمانوں نے وہاں تک رسائی کی کوشش کی اور بالآخر اقوام متحدہ میں مسئلہ پیش کر دیا سلامتی کونسل کے حسب معمول اجلاس ہوئے مگر نشستند گفتند خوردن نوشیدن اور برخواستند کے مصداق معاملہ حل نہ ہو سکا اور ساٹھ سال بعد بھی معاملہ اقوام متحدہ کے التواء شدہ معاملات کی فہرست میں دبا پڑا ہے اور منتظر ہے انصاف کے دن کا جہاں

ع جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

ریاست حیدر آباد دکن جو بھارت کی ایک مقبوضہ ریاست ہے اور قبضہ بھی غاصبانہ ہے افسوس کہ اس کا کہیں تذکرہ نہیں۔ پرانے لوگ راہی ملک عدم ہوئے، اخباروں اور تحریروں میں بھی کہیں کہیں اور کبھی کبھی تذکرہ ہوتا ہے جو نہ ہونے کے برابر ہے۔

بھلا ہو ممبئی بم دھماکوں کی کہانی لکھنے والے ڈرامہ نگار کا جس نے اپنے ذہن کے (اس

لئے کہ حیدر آباد دکن کے غاصبانہ قبضہ کی خلش ہندو ذہن کو بھی ستاتی ہے) منفرد آئیڈیا کو الفاظ کا رنگ دیگر دنیا میں اس اندوہناک قضیے کی یاد تازہ کر دی۔

ع بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی

اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے وفاداری نبھانے کا جذبہ عطا فرمائے تاکہ ہم مسلمانوں پر آج جو نکبت اور ذلت طاری ہے اس کے گہرے سائے ختم ہو سکیں اور مسلمان دنیا میں عزت کا وہ مقام حاصل کر سکیں کہ وقت کا کوئی بھی فرعون مسلمانوں کی طرف میلی نگاہ سے نہ دیکھ سکے (آمین)

ناصر الملک سلطان محمود غزنوی

انجینئر مختار فاروقی

سلطان محمود غزنوی 971ء میں غزنی افغانستان میں پیدا ہوئے اور ایک بھرپور مجاہدانہ زندگی گزاری ایک بہت بڑی سلطنت کی بنیاد رکھی اور 1030ء میں غزنی میں وفات پائی۔

تاریخ اسلام کی 20 نامور شخصیات کے سیمیناروں کے سلسلہ میں سات شخصیات کے تذکرے کے بعد اب جنوبی ایشیاء میں اسلام کے ورود اور استحکام کی طرف رُخ کرتے ہوئے سلطان محمود غزنوی کا ذکر ناگزیر ہے۔

جنوبی ایشیاء پاک و ہند کے ساحلی علاقوں اور مشرق بعید انڈونیشیا وغیرہ میں اسلام عرب تاجروں کے تجارتی اسفار اور تجارتی روابط کی وجہ سے بالکل خلافت راشدہ ہی میں متعارف ہو گیا تھا اور نور ہدایت کی کرنیں لوگوں کے دلوں کو منور کرنے لگی تھیں۔ انڈونیشیا کے لوگوں میں اسلام تیزی سے پھیل رہا تھا اور تجارتی قافلوں کی آمدورفت سے مرکز اسلام سے ان کا مسلسل رابطہ بھی گہرا اور مضبوط تھا۔

برعظیم پاک و ہند کے وسیع تمدنی علاقوں میں اسلام کا وُرود مسعود حضرت محمد بن قاسم

کے ہاتھوں ہوا ہے۔ یہ 93ھ اور 711ء کا واقعہ ہے۔ اس دور تک اسلام کی تبلیغ وتوسیع اور نہی عن

المنکر کا مثبت جذبہ سرد پڑ چکا تھا اور بنوامیہ کے لئے حکومت کا استحکام ہی سب سے اہم مسئلہ رہا۔ اعلیٰ حکومتی ایوانوں میں اسلام کی برکات، ظلم وجبر اور ناانصافی کے ساتھ جاگیرداری کے جڑ پکڑنے کی وجہ سے نظر نہیں آتی تھیں۔ پاک وہند میں اسلام کی یہ آمد قرآن مجید کے حکم کے مطابق توسیع اسلام کے مثبت جذبے سے نہیں بلکہ ایک وقتی اشتعال انگیز واقعہ کے سبب ہوئی۔ اگرچہ شرک میں ڈوبے اس علاقے میں اسلام کی ہدایت اور برکات کی اس گھٹا کی ہلکی سی پھوار بھی مقامی آبادی کو مسحور کر گئی اور اسلام نے لوگوں کے دلوں کو فتح کر لیا۔ حضرت محمد بن قاسم نے راجہ داہر کو شکست دیکر سندھ فتح کیا منصورہ میں اسلامی حکومت قائم کی جو سندھ کا دارالحکومت بنا پھر پنجاب فتح کیا اور ملتان کو دارالحکومت بنایا اور شمال میں کشمیر تک کا علاقہ اس کے قبضے میں آ گیا گویا موجودہ پاکستان تشکیل پا گیا۔ جس وقتی جذبے سے مسلمان افواج یہاں آئی تھیں وہ جذبہ زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکا اور اسلامی حکومت کی مزید تبلیغ وتوسیع کی سرگرمیاں رک گئیں البتہ اس علاقے کے اسلامی قلمرو میں شامل ہونے سے مسلمان مبلغین اور اہل علم کی آمد ورفت کا سلسلہ شروع ہو گیا جس سے اسلام کی تبلیغ کی انفرادی سطح پر کوششیں تیز ہو گئیں۔

براعظم ایشیا میں جنوبی ایشیا کی حقیقتاً ایک منفرد حیثیت ہے شمال مشرق، شمال، شمال مغرب، مغرب سے عظیم پہاڑی سلسلوں سے گھرا ہوا ہے جنوب مغرب، جنوب اور جنوب مشرق میں بحیرۂ ھند اور خلیج بنگال واقع ہے۔ اس خطے کی تہذیب، تمدن اور تاریخ ہی اپنے قریبی علاقوں سے ممیّز ومنفرد ہے۔ روس کو علیٰحدہ کر کے اس حصے کا رقبہ ایشیا کے 1/4 حصے کے برابر ہے۔ اس حصے کو انگیریزی میں SUB-CONTINENT کہتے ہیں جس کا اردو ترجمہ اکثر برصغیر کر دیتے ہیں جب کہ زیادہ مناسب (براعظم کی تصغیر) براعظیم پاک وھند ہے۔

اس براعظیم پاک وھند کو جغرافیائی حساب سے 3 حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اور ان تینوں حصوں کی تاریخ اور ثقافت بھی الگ لگ ہے۔ پہلا حصہ وادئ سندھ کا ہے جو موجودہ شمال مشرقی افغانستان، پورا پاکستان، بھارتی حصے کا پنجاب راجپوتانہ اور کشمیر سمیت شمالی علاقہ جات پر مشتمل ہے۔

دوسرا حصہ دریائے گنگا کی وادی ہے یہ دریا ہمالیہ سے نکل کر قدرے جنوب مشرق کی طرف بہتا ہوا خلیج بنگال میں جا گرتا ہے۔ موجودہ بھارت UPPER HALF دریائے گنگا کی وادی ہے اور یہ شمالی بھارت زیادہ تر میدانوں اور زرخیز زمینوں پر مشتمل ہے۔

تیسرا حصہ جنوبی بھارت ہے جو کئی طرح کے پہاڑی علاقوں پر مشتمل ہے زرخیز زعلاقہ کم ہے۔ اور زیادہ تفصیل میں جائیں تو مزید تین حصوں پر مشتمل ہے جو ثقافت تمدن اور نظریات میں بھی مختلف ہیں۔

وادی سندھ میں انسانی تاریخ بہت قدیم ہے موئن جوداڑو اور ہڑپہ آج سے تقریباً 500 سال قبل کے ترقی یافتہ شہر تھے۔ جنوبی بھارت میں اسی کے قریب کی تہذیب پائی جاتی ہے۔ اس حصے میں مغرب سے زیادہ قومیں آ کر آباد ہوئی ہیں اور یہاں آ کر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ دراوڑ نسل کے لوگ، آدو یہ، منگول غرض کئی نسلوں اور مزاج کے لوگ گزشتہ دس ہزار سال میں یہاں آئے اور آباد ہوئے سری لنکا نام کا ملک اس جنوبی ایشیا کا حصہ ہے اور مشہور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جنت سے نکال کر وہاں اتارا تھا۔ واللہ ا علم

سندھ اور ھند حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد کے نام بھی بتائے جاتے ہیں جس سے طوفان نوح علیہ السلام کے بعد ان کی اولاد کے یہاں آ کر آباد ہونے کا اشارہ ملتا ہے۔ مصر سے نکلنے کے بعد بنی اسرائیل کے ایک قبیلہ کا خلیج فارس سے سمندر کے ذریعے جنوبی ھند پہنچنے کو بھی بعید از قیاس قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اگر ـــــــــــ اوپر درج آراء تسلیم کر لی جائیں تو چونکہ قرآن کہتا ہے ابراہیم علیہ السلام سے قبل دنیا کے ہر خطے میں اور ہر قوم کے لئے انبیاء و رسل علیہم السلام تشریف لاتے رہے ہیں تو صنم خانہ ھند میں 1800 ق م تک یقیناً پیغمبر آئے ہوں گے اگرچہ ان کے بارے میں حتمی طور پر کچھ کہنا ممکن نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کئی امتحانوں میں کامیابی کے بعد جو انعامات دیئے تھے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل کو بطور خاص پروان چڑھائے گا اور آئندہ صرف ابراہیم علیہ السلام ہی کی نسل میں انبیاء اور رسول علیہم السلام مبعوث ہوں گے اور وحی و کتاب کے

حامل بنیں گے۔ اگر بنی اسرائیل کے ایک قبیلے کا جنوبی ایشیا میں وارد ہونا مان لیا جائے تو حضرت محمد ﷺ تک ان میں نبوت و رسالت کا امکان بھی رد نہیں کیا جا سکتا ہے اگر چہ مثبت طور پر چونکہ قرآن مجید میں اس کا تذکرہ نہیں ہے لہذا کسی شخصیت کو نبی یا رسول قرار دینا ممکن نہیں ہے۔

ہندومت جین مت اور بدھ مت اس جنوبی ایشیا کے تین قدیم مذاہب ہیں جو پیغمبر ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے ہی یہاں رائج تھے۔ ہندومت اور جین مت میں کوئی اعتقادی طاقت ایسی ماننی پڑے گی کہ اس نے بدھ مت کو زیادہ دیر قبول نہیں کیا اور اس کو اس خطے سے نکال باہر کیا آج مشرق بعید کے ممالک جاپان سمیت سب بدھ مت کے پیروکار ہیں مگر براعظیم پاک وھند میں بدھ مت کے پجاری نہ ہونے کے برابر ہیں۔

بدھ مت کا دور 600 ق م سے 600 عیسوی تک ہے۔ جین مت' ھندوازم ہی کی ایک شاخ ہے۔ بدھ مت کا فروغ زیادہ وادی سندھ اور شمالی حصے میں ہوا جبکہ جین مت اور ھندومت کا زیادہ فروغ جنوبی حصے میں ہوا اگر چہ ھندوازم پورے علاقے میں موجود رہا۔

ہندوازم کے عروج کا دور عظیم سلطنتوں کی شکل میں 600 ق م سے لے کر 200ء تک ہے۔ جبکہ اس کے بعد بھی 1200 عیسوی تک مختلف راجاؤں اور بادشاہوں کے نام سے کئی بڑی سلطنتیں وجود میں آئیں تاہم پہلی تا بارہویں صدی عیسوی ہندومت کے رعب و دبدبے اور ترقی و عروج کا دور ہے جس میں ان کے جو بھی عقائد تھے وہ سمٹ کر ان کے دستکاروں ہنرمندوں اور نقاشوں کے فن میں نمایاں ہوگئے۔ وسطی ھند اور راجپوتانہ میں 600 عیسوی سے لے کر 1100 عیسوی تک جو عبادت گاہیں تعمیر ہوئیں ان میں اس تہذیب کا عروج جھلکتا ہے اگر چہ کوئی بھی سلیم الفطرت آدمی شاید ان عبادت گاہوں اور ''مقدس مقامات'' کو دیکھنا بھی گوارا نہ کرے۔ فحاشی وعریانی بے حیائی کے یہ مناظر ــــــــــــ جن ذہنوں نے ان کے خیالات پیش کیے، جن ذہنوں نے اس کو منصۂ شہود پر لانے کی حامی بھری، جن لوگوں کے خزانے لٹا دیئے گئے اور جن ہنرمندوں نے اپنی ہنرمندی اور لگن کے ساتھ بے حیائی کے یہ مناظر تخلیق کیے وہ شاید تحریری آرٹ، نیچرل آرٹ اور اباحیت پرستی کے مداحوں کو اپنی طرف ATTRACT کے قابل ہوں۔ حقیقت میں کوئی باغیرت انسان خود اپنے اہل خانہ کے ساتھ ان ''مقدس مقامات'' کا نظارہ نہیں کر سکتا۔

(قارئین کرام کی خاص توجہ کے لئے اگراس بات کا تذکرہ یہیں ہو جائے تو مفید بھی رہے گا اور فوری تقابل (SIMULTANEDUS CONTRACT) کا کام بھی دے گا کہ برعظیم کے مسلمان بادشاہوں نے جو بعد میں عظیم عمارات تعمیر کیں ان کا حسن، لطافت، پاکیزگی فن کی بلندی پر غور فرمائیں اور پیغمبر اسلام ﷺ کے ایک ہزار سال بعد بھی اکبر بادشاہ جسے ہندو دیوتا سمجھتے ہیں اگر چہ ہمارے نزدیک اس نے اسلام سے منہ موڑ کر دین الٰہی ایجاد کر کے ارتداد کا پھندا اپنے گلے میں ڈال لیا تھا تاہم اکبر جیسے فرعون بادشاہ کی تعمیرات میں انسانی بت تو کجا حیوانی بت بھی بہت کم ہیں اور اس کے مزار پر بھی آیات قرآنی ہی تحریر ہیں جبکہ اللہ نے ہندومت اور جین مت پر اتمام حجت کے لئے شاہجہان سے عورت کی محبت کی ایک یادگار تعمیر کرادی پورے براعظیم کا بادشاہ مطلق العنان محبت کی یادگار تعمیر کرتا ہے اور وہ بھی اکلوتی چہیتی بیوی کی ۔ مگر اسلامی تعلیمات کا اثر کہ اس تعمیر میں جو رعنائی وفن کا شاھکار ہے اور عجائبات عالم میں شمار ہوتا ہے' کوئی عریاں تصویر نہیں کوئی بت نہیں بلکہ شائستگی اور نفاست کا فن پارہ ہے تو وہاں مسجد ہے عبادت گاہ ہے قرآنی آیات ہیں، ہے تو شاید شاہجہان اور اس کی بیگم کا فائل فوٹو کا نقش ہے ۔ یہ کوئی مذہبی مقام اور مقدس یاترا کی جگہ نہیں تھی ۔ تاہم سوچ، عقائد، نظریات وخیالات کا میلان ورجحان صاف ظاہر ہے ۔ اب جو تن پرست حسن پرست، اور صورت پرست ہیں وہ جائیں تو اب بھی ہندومت اور جین مت کے مقدس مقامات کے فن کی تعریف کرتے رہیں تاہم اگر صورت کی ساتھ 'بے صورت' اور UNSEEN REALITY کا کوئی لحاظ فہم وفراست اور ذہنی وخیال میں ہو تو تہذیبوں کا فرق صاف پہچانا جا سکتا ہے)۔

اس پس منظر میں سندھ میں ایک خاندان کی حکومت چل رہی تھی اور اس کا مشہور سپوت راجہ داہر حکمران تھا (712ء ۔ 680ء) کہ اس کے دور میں اسلام کی شعاعیں وادی سندھ کو منور کر گئیں ھماری مراد 93ھ (712ء) میں حضرت محمد بن قاسم کا سندھ پر حملہ ہے اور تین سالوں میں منصورہ اور ملتان میں حکومتیں قائم کیں اور کشمیر تک کا علاقہ یعنی پوری وادی سندھ مسلمانوں کی حکومت کے زیر نگیں آ گئی ۔

یہ بات یاد رہے کہ اسلام کا سب سے اعلیٰ اور خالص زمانہ دور نبوت ﷺ کے بعد

خلافت راشدہ کا ہے اس کے بعد پھر بعد کے زمانے ہیں۔93ء تک خلافت راشدہ کا اسلام ایک قدم نیچے اتر چکا تھا (ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ) اگر چہ بعد کے ادوار کے حساب سے وہ بہت بہتر تھا۔ اور پھر وادی سندھ میں اسلام کی آمد کسی مثبت تبلیغی جذبے کے ساتھ نہ تھی بلکہ ایک خاتون کے بے حرمتی پر سبق سکھانے کے لئے TEEN AGE کا ایک نوجوان سندھ کی جمی جمائی حکومت ختم کر کے رکھ دیتا ہے' وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں تھی کہ پورے برعظیم میں اخلاق و کردار، انسانی قدروں اور مساوات انسانی نام کی کوئی چیز نہیں تھی جس سے اسلام کی آمد کو لوگوں نے خدائی عطیہ سمجھا اور دل کی آواز گردانا یہاں تک جو لوگ مسلمان نہ ہو پائے انہوں نے محمد بن قاسم کے بت بنا کر پوجنا شروع کر دیا کہ انسان نہیں دیوتا ہے۔

یہ ہے اسلام کا برعظیم میں پہلا داخلہ جس سے موجودہ پاکستان کا علاقہ فتح ہو کر اسلامی سلطنت کا حصہ بن گیا جسے 12 سو سال گزر چکے ہیں ______ قائداعظم نے بجا طور پر QUOTE کیا تھا کہ ''پاکستان اسی دن وجود میں آ گیا تھا جس دن وادی سندھ کا پہلا شخص مسلمان ہوا تھا''۔

بنوامیہ کے زوال کے باعث اسلام کی آمد کا یہ دور پھسپھسا سا رہا اور اسلامی فتوحات کا دائرہ وادی سندھ سے آگے نہ بڑھ سکا چنانچہ آئندہ تین سو سال صورت حال میں تبدیلی نہیں آئی اس دوران مؤرخین مسعودی اور ابن حوقل یہاں آئے تو منصورہ اور ملتان کی دو حکومتوں کا تذکرہ کیا ہے۔

بدقسمتی سے اسلامی حکومت کا سرحدی علاقہ ہونے کی وجہ یہاں دسویں صدی میں قرامطہ (آغا خانیوں کی ایک شاخ جو حاضر امام کا تصور رکھتے ہیں اور حاضر امام کو معاذ اللہ نبی کا درجہ دیتے ہیں) کا دور حکومت آ گیا مصر میں فاطمیوں کی طرح یہ بھی مرکز گریز عناصر تھے جن کی سرگرمیوں نے نتیجتاً بیرونی اسلام دشمن طاقتوں کو زیادہ فائدہ پہنچایا۔

مصر کے فاطمی خاندان (جس نے کعبہ پر حملے کر کے حجر اسود نکالا تھا کعبہ کی بے حرمتی کی اور حجر اسود کو اپنے دارالحکومت لے جا کر تخت شاہی پر بیٹھتے وقت پائیدان کے طور پر استعمال کرتے رہے) کی سرکوبی کے لئے اللہ تعالیٰ نے نورالدین زنگی رحمہ اللہ اور صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کو کھڑا

کیا اور برعظیم پاک و ہند میں قرامطہ کی سرکوبی کے لئے اللہ تعالیٰ نے محمود غزنوی رحمہ اللہ کو موقع عطا فرمایا۔

1000ء تک صنم خانہ ہند میں ہندو اقتدار اپنا رعب داب کھو چکا تھا اور مذہبی اور حکومتی اثر بہت ڈھیلا پڑھ چکا تھا کہ حضرت محمد بن قاسم کے 300 سال بعد درہ خیبر سے اسلام کے دوبارہ تازہ دم داخلے کا مرحلہ آیا ہے۔

اگرچہ تین صدیوں میں عملی طور پر اسلام کا نظریاتی پہلو بہت کمزور ہو چکا تھا اور بغداد کی سلطنت عباسی بھی رو بہ زوال تھی تاہم ''ہند'' کی حیا سوز اور حیوانی ثقافت و مذہبیت کے زیر اثر اسلام کا یہ ''ورود'' بھی باد بہاری کا ایک جھونکا تھا جو اس خطے کے باضمیر اور زندہ روحوں کی مسحور کر گیا۔ سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ نے اپنا عسکری محاذ سنبھالے رکھا اور مبلغین اسلام نے صنم خانہ میں دائرے لگا کر لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیا۔

چنانچہ شیخ علی ہجویری رحمہ اللہ 1005ء میں تشریف لائے اور وفات 1077ء۔ شیخ معین الدین اجمیری رحمہ اللہ لاہور سے اٹھے اور آگے ہندومت کے گڑھ میں اجمیر شیریف جا بیٹھے 1141 تا 1230ء اس کے بعد تو ایک طویل سلسلہ ہے۔ شہاب الدین سہروردی 1191ء ملتان، خواجہ مختار کاکی رحمہ اللہ وفات 1235ء دہلی، فرید الدین شکر گنج 1265ء پاکپتن، حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ وفات 1325ء دہلی، حضرت بہاؤ الدین نقشبندی وفات، 1318ء ملتان۔

محمود غزنوی کے والد کا نام سبکتگین تھا جو ایک ساہ مانیوی کے ایک سردار البتگین کا ترک غلام تھا۔ البتگین نے غزنوی سلطنت کی بنیاد ڈالی (881ء) جس کی وفات کے بعد بالآخر زمام حکومت سبکتگین کے ہاتھ آئی اس نے فتوحات سے سلطنت کو مستحکم کیا۔ اس کے بڑھتے ہوئے اقتدار کا اثر ہندوستان میں راجہ جے پال پر بھی پڑا جس سے جھڑپیں شروع ہو گئیں۔ سبکتگین کے سامنے سندھ اور ملتان کو باطنیوی کے تسلط سے آزاد کرانا تھا۔ 997ء میں سبکتگین کے انتقال (بلخ) کے بعد پہلے اسماعیل اور بعد ازاں محمود کو اقتدار مل گیا یوں ایک مستحکم سلطنت کے ساتھ اور اسلام کی نظریاتی اساسات کی آبیاری کے عزائم لے کر محمود سریرآراء ہوا۔

سلطان محمود نے پہلے سامانیوں سے گلوخلاصی حاصل کی بعدازاں فتوحات اور حسن انتظام سے غزنی کو کہاں سے کہاں پہنچادیا۔

افغانستان اور ہند کے تعلقات کی تاریخ 300ق م سے معلوم ہے۔ دراوڑ اور آریہ یہیں سے آئے تھے۔ سکندر بھی یہیں سے حملہ آور ہوا۔ ہندوستان کے حکمران آشوگ کی حکمرانی کابل تک تھی۔ لہٰذا ہندوستان کے حالات اور تبدیلیوں کی خبریں سلطان محمود کو مسلسل ملتی رہتی تھیں۔ ہندوستان کے مذاہب کی ابلیسی کارستانیاں اس کو پہلے سے معلوم تھیں تاہم اس کے حکمران بننے پر تاریخی اعتبار سے ہندوستان کے حکمران 600ء سے عروج اور اپنی ثقافتی اور مذہبی تعمیرات کے بعد زوال پذیر تھے۔

سلطان محمود نے ہندوستان پر 17 حملے کئے۔ پہلے چلاذب میں قرامطہ کا اقتدار ختم کیا پھر راجپوتانہ اور دہلی کے آس پاس ہندوں کے راجہ جے پال 1008ء اور دیگر مہاراجوں کو شکست دی جس سے اس کی شہرت عالمگیر ہوگئی۔ سلطان نے وادی گنگا پر حملہ کے نتیجے میں قنوج 1019ء ملیدشہر، متھرا، اوٹاہ اور میرٹھ وغیرہ فتح کئے لاہور کو اس نے اس علاقے کا صدر مقام قرار دیا۔ اور گوالیار 1021ء اور کالنجر بھی فتح کیا۔

سندھ کو 1029ء میں فتح کیا۔ سلطان کا سب سے بڑا کارنامہ ہندوستان سے برہمن راج کو ختم کرنا اور ذات پات میں پسے ہوئے انسانوں کو اسلام کی تعلیمات کے تحت خودشناسی اور خودشعوری کا احساس دلانا تھا جس سے وہ اسلام کے دامن میں آ گئے۔ چنانچہ ہندوراج کی نشانی سومنات (جہاں ہندوستان کے سارے راجے، مہاراجے جمع ہو گئے تھے اور محمود کا راستہ روکنا چاہتے تھے) کو مسمار کرنا تھا (1026ء) جہاں بت فروش کے عوض محمود نے بت توڑ کر تاریخ میں محمود بت شکن مشہور ہوا۔

1030ء میں سلطان محمود رحمۃ اللہ نے وفات پائی۔

ذاتی کردار اور علم کی قدر کے لحاظ سے بھی سلطان ایک بلند پایہ انسان تھا۔ خود عالم تھا

اوراس کے ساتھ باعمل بھی۔اس کے واقعات تاریخ کی زینت ہیں۔اس کے اقتدار نے یہاں کی عوام کو ہندو فلسفہ کی بے حیائی،اور انسانی پستی سے نکال کر مساوات، آزادی،خود آ گاہی اور خدا شناسی کا درس دیا اورعظمت انسانی کے بام عروج تک پہنچا دیا ایسے ہی انسانوں کی خدمات کے عوض ان کی نیک نامی اور شہرت رہتی دنیا تک باقی رہتی ہے۔

ع ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

یہ سیمینار 3 دسمبر 06ء بروز اتوار صبح 30-9 تا 00-12 بجے منعقد ہوا تھا۔اس میں مہمان خصوصی جناب پروفیسر مہر غلام سرور صاحب تھے اور دیگر مقررین میں سلیم بٹ ایڈووکیٹ اور انجینئر مختار فاروقی صاحب شامل تھے۔

حرف آرزو

الحمد للہ 20 نامور شخصیات کے سلسلے میں ماہانہ سیمیناروں کا جو سلسلہ قرآن اکیڈمی جھنگ میں باقاعدگی سے چل کر مکمل ہو چکا ہے (مئی 06ء تا مارچ 08ء) ان سیمیناروں میں جو تاریخی معلومات کا مواد پیش کیا گیا تھا وہ محدود لوگوں تک ہی پہنچ سکا۔ بعد ازاں اس کو حکمت بالغہ کے ذریعے قارئین کے ایک وسیع حلقہ تک پہنچایا جا رہا ہے اور یہ سلسلہ اہل علم وفضل سے خراج تحسین بھی وصول کر رہا ہے۔ اور قارئین اسے قدر کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ بلکہ یہ خواہش بھی سامنے آئی ہے کہ اس طرح کے سیمینار ہر شہر میں منعقد ہونے چاہئیں تاکہ

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

کے مصداق آج کا نوجوان جو ذہنی وفکری انتشار کا شکار ہے، اسلاف سے روشنی پا کر خواب غفلت سے بیدار ہو اور امت مسلمہ کو درپیش مسائل کو سلجھانے کے لئے کمر ہمت کس کر میدان عمل میں کود جائے۔

اس سلسلے کے 6 سیمیناروں کی شخصیات کے بارے میں معلومات حکمت بالغہ میں شائع ہو چکی ہیں۔ اب اس دفعہ حضرت سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ پر تاریخی معلومات ہدیہ قارئین ہیں۔ یہ بات یاد رہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ سے لے کر حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی تک کی شخصیات مشرق وسطیٰ سے متعلق تھیں۔ اگرچہ ترکی، روس، ترکستان، ایران، شمالی افریقہ اور سپین میں بھی بہت سے اہل علم وفضل سامنے آئے تاہم جنوبی ایشیاء میں پاکستان و ہند کی تاریخ کے حوالے سے اب سلسلہ شخصیات سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ سے ہوتا ہوا علامہ اقبال کی عظیم شخصیت پر اختتام پذیر ہوگا۔

جنوبی ایشیاء (پاک و ہند) تہذیبی، ثقافتی، علمی اور تاریخی اعتبار سے چونکہ مشرق وسطیٰ اور مغربی دنیا سے مختلف ہے لہٰذا سلسلہ کلام کو اسلامی مرکز بغداد سے پاک و ہند میں منتقل کرنے کے لئے ضروری تھا کہ ہندوستان کی مختصر مذہبی اور ثقافتی تاریخ اور اسلام کی آمد سے قبل کے حالات قلمبند کئے جائیں تاکہ اسلام کی برکات کو صنم خانہ ہند کے خصوصی پس منظر میں دیکھا جا سکے۔

چنانچہ حضرت سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ کے تذکرے میں پاک و ہند کی تاریخ پر بھی طائرانہ نگاہ کے انداز میں ناگزیر معلومات شامل ہیں۔

ہمارا ملک پاکستان جس داخلی اور خارجی صورت حال سے گزر رہا ہے وہ امت مسلمہ کے ہر دردمند بہی خواہ کے لئے پریشان کن ہے اور گزشتہ نصف صدی میں امت مسلمہ پر ناروا دباؤ، ظلم وستم، ناانصافی کے ساتھ ساتھ گلہ دبانے والا، جو معاملہ چل رہا تھا وہ اب ایک منطقی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ علامہ اقبال نے ایک صدی قبل فرمایا تھا کہ ''فرنگ کی رگ جان پنجہ یہود میں ہے'' جو اہل نظر کی دوررس نگاہوں میں ایک حقیقت ہے۔ تاہم عالم اسلامی کے حالات اور زمینی حقائق کو دیکھیں تو یہ بات بھی اتنی ہی بڑی حقیقت ہے کہ امت مسلمہ بالعموم اور اس میں واحد ایٹمی طاقت پاکستان کی ''رگ جان'' پہلے ''فرنگ'' کے پنجے میں تھی اور اب امریکہ بہادر کی مٹھی میں ہے۔ جو آج فرنگ کی جگہ یہود کی کٹھ پتلی ہے۔

فرنگ اور امریکہ میں قدرمشترک وہ (WASP- WHITE ANGL0 SEXAN PROTESTANTS) ہیں جو بظاہر عیسائی ہیں مگر عملاً یہود کے زیر ہونے کے باعث یہودیوں کے آلہ کار۔ قرآن مجید کے مطابق سب یہودی ایک جیسے نہیں ہیں یہود میں سے شیطان کا نمائندہ اور شیطان صفت طبقہ صرف وہ ہے جو ZOINIST یا صہیونی سوچ رکھتے ہیں اور اس کے تحت عالمی صہیونی غلبہ یعنی GLOBAL DONIMATION کے خواب دیکھ رہے ہیں اور اس میں بہت حد تک عملی پیش رفت بھی کر چکے ہیں۔

یہ یہودی صہیونی گروہ ہی آج دنیا میں شیطان ابلیس کا سب سے بڑا ایجنٹ اور EVIL یعنی برائی کا سب سے بڑا علمبردار ہے یہی طبقہ دنیا میں ظلم، ناانصافی، دولت کے ارتکاز، بے حیائی اور منشیات کے فروغ جیسے جرائم کا موجد، موید، سرپرست RING LEADER اور بے تاج بادشاہ ہے۔

اس یہودی صہیونی گروہ کو ایک طرف عیسائیوں کی غیر مشروط حمایت حاصل ہیں اور دوسری طرف دنیا کی سب سے بڑی بت پرست قوم ہندو ہے۔ جو اپنے مشرکانہ عقائد کے ساتھ

بے حیائی کی پرچارک ہی نہیں پجاری اور معاشی وسماجی سطح پر انسانی اخوت ,مساوات اورسوشل جسٹس جیسی اقدار کی ڈھیٹ دشمن سوچ کے ساتھ اس صہیونی گروہ کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر اسلام پاکستان اور مسلمانوں کا ''ستیاناس'' کرنے کے مکروہ عزائم میں یہود سے بھی چند قدم آگے ہے۔

اس پس منظر میں پاکستان کے جو حالات ہیں وہ قابل فہم ہیں بلکہ اس SCENARIO میں پاکستان کا قائم رہنا اور ایک علیحدہ ملکی تشخص برقرار رکھنا بھی ایک معجزہ سے کم نہیں ہے۔

گزشتہ نصف صدی کی ٹھوکریں کھانے اورفوجی ,جمہوری ,نیم فوجی ,نیم جمہوری حکومتوں کے تجربات کے بعد اب نہ صرف ہماری قوم بلکہ ہمارے سرپرست بھی ''سرگرداں'' ہیں۔امریکہ بہادر خود گزشتہ دوسال سے مالی بحران ،عذاب کا شکار ہے جس سے نکلنا شاید ممکن نہیں۔

امریکہ کی بربادی واقتصادی زوال اور حصے بخرے ہونے کے تذکرے اب عالمی پریس میں آتے رہتے ہیں اس زوال میں مظلوموں کی بدعاؤں سے بھی بڑا حصہ خود امریکہ کے اس غیر اخلاقی اور غیر انسانی رویہ کا ہے جو اس نے ''یہود'' کے آلہ کار کے طور پر اپنا کر مشرقی اقوام , ترقی پذیر اقوام اور بالخصوص مسلمانوں سے گزشتہ 60-70 سال سے اپنا رکھا ہے اس ''چال چلن'' کے ساتھ امریکہ کیا________ کوئی اور طاقت یا مسلمان بھی ہوتے تو یقیناً یہی حشر ہونا تھا۔

امریکہ کے حالیہ داخلی بحرانوں کے سبب امید ہے کہ آنے والے وقت میں اس کی گرفت عالمی حالات اور بالخصوص پاکستان کے داخلی حالات کے حوالے سے کمزور پڑ جائیگی اور عالمی دہشت گردی کے خلاف جنگ کا طبل بجنا بھی بند ہو جائے گا________ تو شاید اس طرح پاکستان کو

سانس لینے اور سنبھلنے کا موقع مل سکے۔واقعات کا رخ اسی طرح رہتا ہے تو میں پاکستان کے حالات میں بھی ایک تبدیلی آئے گی جس کے کچھ آثار دکھائی دینے لگے ہیں۔

سیاست سے ہٹ کر کام کرنے والی جماعتوں کے کرنے کا ہے اوران کے طریقہ کار کا حصہ ہے۔

جیسے تنظیم اسلامی، تنظیم الاخوان وغیرہ۔

پاکستان میں اگلے الیکشن جب بھی ہوں گے (دو چار سال بعد) اس میں اب سوشل جسٹس اور ''نفاذ اسلام'' کا نعرہ بنیادی نعرہ ہی ہوگا اور یہ صرف نعرہ ہی نہیں اس کے لئے عملی نفاذ کا سنہری موقع ہوگا۔

ملک خداداد پاکستان میں اسلام کے عملی نفاذ کا ایک موقع قیام پاکستان کے ابتدائی سالوں میں آیا تھا جسے اسلام کے دردمند مخلص اور بہی خواہ طبقہ نے کھو دیا زمانے نے ایک کروٹ لی ہے اور حالات نصف صدی بعد پھر وہیں آ رہے ہیں_______ مگر بعد از خرابی بسیار_______ کہ شاید عوام کو بھی کچھ شعور آ گیا ہے یہ موقع اسلام کے سرپرست طبقات اور نفاذ اسلام کے کام کرنے والے دردمند افراد اور جماعتوں کے لئے امتحان کا ہے کہ اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے۔ پاکستان کے حالات میں SOFT REVOLUTION کا یہ موقع ان شاء اللہ ہماری قومی زندگی کی دہلیز پر دستک دینے والا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان کا ہر دردمند مسلمان اس سلسلے میں اپنے حصے کا کام کرے۔

☆ عوامی سطح پر نفاذ اسلام کی برکات، اسلامی اقدار کا شعور، مساوات، معاشی عدل اور حاکمیت خداوندی کے تقاضے عوام کے ایک لحاظ حصے تک پہنچانے کی ضرورت ہے۔ یہ کام انتخابی سیاست سے ہٹ کر کام کرنے والی جماعتوں کے کرنے کا ہے اور ان کے طریقہ کار کا حصہ ہے۔ جیسے تنظیم اسلامی، تنظیم الاخوان وغیرہ۔

☆ اداروں، انجمنوں اور دینی شخصیات کے کرنے کا کام یہ ہے کہ اسلام کے قانون، عدالتی نظام اور تفتیش و تحقیق جرائم کے اسلامی طریق کار کا ایک ایسا واضح اور قابل عمل مجموعہ تیار کر کے رکھیں جو اس دور کے تقاضوں کے مطابق ہو اور ضرورت پڑنے پر فوری نافذ کیا جا سکے۔ اگر یہی کام تحریک پاکستان کے دوران کیا گیا ہوتا تو پاکستان کے قیام_______ کے فوراً بعد

عدالتی نظام اور دیوانی وفوجداری قانون کے خلا کو بآسانی پر کیا جاسکتا تھا افسوس کہ اس وقت علماء دین نے اس ضرورت کا ادراک نہ کیا اور موقع ہاتھ سے نکل گیا۔ اس کام کے لئے ایسا مجموعہ قوانین ہو جو مسلمانان پاکستان کے تمام مکاتب فکر کو مطمئن کر سکے تو اس کے نفاذ میں ان شاء اللہ کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی اس کام کے لئے نصف صدی قبل کی دستاویز 31 اکابر علماء کے 22 متفقہ نکات کو سامنے رکھا جاسکتا ہے یہ کام الشریعہ اکادمی، شریعت کونسل، سپریم کونسل وغیرہ کے کرنے کا کام ہے۔ اس سلسلے میں اسلامی نظریاتی کونسل نے کام کیا ہے مگر ایک تو وہ سرکاری سطح پر ہوا ہے اور پھر اس میں عوامی اتفاق رائے کا حصول مشکل ہے اور تیسرے علمائے حق نے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارت کو کئی دفعہ کلیتًا رد کر دیا ہوا ہے کہ اسلام سے متصادم ہیں ۔ لہٰذا یہ کام (HOMEWORK) پہلے سے کر کے تیار رکھنے کا ہے جیسے آج سے 13 سو سال قبل دور بنوامیہ کے زوال کے وقت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے وقت کا تقاضا دیکھ کر سیاسی معاملات سے کنارہ کشی کر کے کئی سال صرف کر کے اور اہل علم کے ایک وسیع حلقے کو ساتھ لے کر اسلامی قانون مدوّن کیا جو آئندہ حالات میں عباسی خلفاء نے نافذ کیا جس سے عباسی خلافت کو استحکام بھی ملا اور دور خلافت کا نہ سہی عام دنیا کے حالات سے بہتر وعدل انصاف میسر آ گیا جو مسلمانوں کے مجموعی امن وسکون اور خوشحالی کا باعث بنا۔ اسی طرح جاگیرداری کے خاتمے اور سود سے نجات کے لئے علمی سطح پر کام کر کے قابل عمل تجاویز (WORKING PAPERS) کو تیار کرنا بھی اہل علم وفضل ہی کا کام ہے۔

☆ وہ سیاسی جماعتیں جو نفاذ اسلام اور پاکستان کو فلاحی مملکت بنانے کا نعرہ لگا کر میدان عمل میں کودنے کا ارادہ رکھتی ہیں ان کے کرنے کا کام یہ ہے کہ وہ معروف جمہوری ممالک کی سیاسی جماعتوں کی طرح اسلام کے اصولوں کے مطابق عدل اجتماعی یعنی سوشل جسٹس اور کفالت عامہ کے لیے زکوۃ، غیر سودی معیشت، اسلامی بینکاری وغیرہ کے اصولوں پر مبنی TAXATION کا ایسا نظام پیش کریں جو قابل عمل ہو اور اپنے منشور کے طور پر آئندہ سال قابل عمل بجٹ بنا کر میڈیا میں پیش کریں کہ کس طرح وہ مہنگائی اور تنخواہوں کے نظام کو بہتر بنانے کا پروگرام رکھتے

ہیں۔تا کہ ووٹر (عوام) صرف زبانی وعدوں پر نہ جائیں بلکہ اہل علم حقائق کو پرکھ کر رائے بنائیں اوراس طرح وہ کامیاب ہوکرعوام کی فلاح کے لئے کام کرسکیں اگرایسا ہو سکے تو ''اسلام' ایک ایسا نعرہ نہیں رہے گا جس سے عوام کے مذہبی جذبات کا استحصال کیا جائے بلکہ صحت مند مقابلے کی کیفیت پیدا ہوگی کہ اسلام کے اندر رہتے ہوئے کون بہتر فلاحی منصوبے سامنے لاکر بے لوث خدمت کے ذریعے پاکستان کو فلاحی ریاست میں تبدیل کرسکتا ہے ــــــــــــــــــ یہ مقاصد حاصل ہو جائیں تو اس کا نام نظام خلافت یارب کی دھرتی رب کا نظام ہے جس کے لئے پاکستان حاصل کیا گیا تھااور جس کا خواب جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں نے تحریک پاکستان میں دیکھا تھا۔

آ یئے! ہم سب عہد کریں کہ آنے والے دنوں میں اپنی بساط کے مطابق ہرشخص اسلام کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرے گااور کسی لالچ اور توقع کے بغیر کرے گا۔

ختم نبوت میں ازواجِ مطہرات کا پہلو

انجینئر مختار فاروقی

انجینئر مختار فاروقی صاحب نے تقریباً سات آٹھ سال قبل قرآن آڈیٹوریم لاہور میں اتوار کے درس کے طور پر مذکورہ عنوان پر خطاب فرمایا تھا جسے ریکارڈ کر لیا گیا تھا۔ اب آڈیو کیسٹ سے اتار کر قارئین حکمت بالغہ کے مطالعہ کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

خطبہ کے بعد سورۃ الاحزاب کی آیات 28 تا 34 اور آیت 40
اور سورۃ النساء کی آیت 165 تلاوت کیں۔

حضرات! اس وقت میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید کی متفرق آیات تلاوت کی ہیں جو حضرات عربی جانتے ہیں انہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ یہ آیات ختم نبوت سے متعلق ہیں اور آج کی اس نشست میں ختم نبوت ہی کے دو پہلوؤں واضح کرنا چاہتا ہوں۔ ختم نبوت کا لفظ اور یہ اصطلاح ہمارے دین میں بہت ہی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کے قانونی پہلو بھی ہیں کہ جس کے انکار کی بنیاد پر کفر لازم آجاتا ہے اور دائرہ اسلام سے اخراج کا نتیجہ نکلتا ہے لہٰذا اس کے بہت اہم قانونی پہلو ہیں۔ اس کے کچھ عملی نتائج بھی نکلتے ہیں کہ جب تک دنیا میں نبوت کا سلسلہ جاری تھا نبی اور رسول تشریف لا رہے تھے تو اس وقت جو لوگ نبیوں پر ایمان لاتے تھے ان کی ذمہ داری بہت محدود رہ جاتی تھی، کسی نبی کا زمانہ ہوا لوگ ان پر ایمان لائے ان کے جانے کے بعد جب حالات خراب ہوئے تو اللہ نے ایک اور نبی بھیج دیا گویا کہ لوگوں کی ذمہ داری بہت محدود تھی۔ ختم نبوت کے نتیجہ میں جو عملی تقاضے انسان پر بنتے ہیں اور آج کا جو مسلمان ہے وہ محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم نبوت کے نتیجہ میں بہت زیادہ جواب دہ ہے ایک مسلمان کی ذمہ داریاں اس ختم نبوت کے نتیجے میں بہت بڑھ جاتیں ہیں، اس کے کاندھوں پر بہت بڑا بوجھ آ گیا ہے۔

اور تیسرا یہ کہ ختم نبوت کے کچھ اور پہلو ہیں جنہیں مَیں اس وقت تکمیلی پہلو کہہ رہا ہوں دو پہلو ہیں جن کی طرف میں اشارہ کررہا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات بابرکات پر نبوت ورسالت کا اختتام ہوا ہے لیکن دو پہلوؤں سے اللہ تعالیٰ نے اس کو SUPPLEMENT کیا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی جو شخصیت ہے وہ ایک استاد کے لئے، ایک مربی کے لئے، ایک شوہر کے لئے، ایک والد کے لئے یا ایک بحیثیت انسان کے اسوۂ حسنہ ہے، اسوۂ کامل ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن ایک پہلو سے، جس سے متعلق آیات ابھی میں نے پڑھی ہیں اور آپ کے سامنے وہ بات ابھی واضح بھی ہوگی کہ ایک مرد کی شخصیت ایک عورت کے لئے سو فیصد اُسوۂ کامل نہیں ہوسکتی۔ ایک مرد کی شخصیت ایک مرد کے لئے سو فیصد اسوہ ہے اس لئے کہ مزاج، میلانات، سوچ، اندازفکر ایک مرد کا ایک مرد سے مشابہ ہے اور اتمامِ حجت ہو جائے گا اگر ایک مرد دوسرے مرد کے لئے یا ایک مرد تمام بنی نوع انسان کے مردوں کے لئے کوئی بات کر کے دکھادے تو حجت قائم ہوگئی۔ لیکن ایک مرد کا اسوہ بحیثیت انسان مجموعی طور جب کہا جائے گا پھر تو بحیثیت انسان عورتوں پر بھی مردوں پر بھی اتمام حجت ہوگیا لیکن جب تفصیل میں جائیں گے اور وہ تفاصیل جو محمد رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمائی ہیں کہ طہارت ہے پاکیزگی ہے نماز ہے روزہ ہے زکوۃ ہے حج ہے تو اب ایک مرد کا اسوہ ایک خاتون کے لئے کامل نہیں ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے ختم نبوت ایک کا تکمیلی پہلو ہے جو ان آیات میں بیان ہوا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے ازواج مطہرات جو عطا فرمائیں ہیں پھر اللہ نے ایک خاص انداز میں ان کی تطہیر کی ہے ان کا تزکیہ کیا ہے ان کا تصفیہ باطن کیا ہے ہر قسم کی ذہنی فکری عملی اخلاقی آلودگی سے پاک کر کے اس دور میں بھی اور آنے والے دور میں بھی جتنی بھی مسلمان خواتین ہوں گی ان کے لئے نمونہ بنادیا؛ اس لئے کہ ایک عورت کے لئے نمونہ ایک عورت ہی ہوسکتی ہے۔

ہمارے ہاں بنیادی طور پر یہ مسئلہ طے ہے کہ عورتوں کو اللہ نے نبوت کے اعلیٰ مقام پر بوجوہ فائز نہیں کیا اس کی بے شمار حکمتیں ہیں جو سمجھ میں بھی آتی ہیں لیکن یہ اس وقت میرا موضوع نہیں ہیں؛ اللہ نے عورتوں کو ایسے مقام پر فائز نہیں کیا جس کے نتیجے میں معصومیت لازم آتی ہے کیونکہ جس کو اللہ نے نبوت یا رسالت کے مقام پر فائز کردیا اس کی شخصیت کو معصوم بنادیا۔ معصوم

مفعول کا صیغہ ہے بمعنی اللہ نے اس کو گناہوں سے، عصیان سے بچا لیا امکانات موجود رہتے ہیں میلانات ہوتے ہیں طبیعت میں وہ INCLINATION ہوتی ہے کہ آدمی ادھر چلا جائے لیکن اللہ تعالیٰ نبیوں اور رسولوں کو اس کے جو نتائج وعواقب ہیں یا اس کا جو عملی ظہور ہے یعنی گناہ یا نافرمانی اس سے محفوظ کر لیتا ہے؛ وجہ صاف ظاہر ہے کہ اگر کسی ایسی شخصیت سے کسی غلطی یا گناہ کا (معاذ اللہ) صدور ہو جائے جس کا اسوہ ہزاروں لاکھوں انسانوں کے لئے نمونہ بننے والا ہے اس کی ''غلطی'' لاکھوں کروڑں انسانوں کیلئے غلط کاموں کے کرنے کا جواز بن جائے گی لہٰذا ''عصمت انبیاء'' کا مسئلہ قرآن مجید سے واضح ہے اور منطقی نتیجہ بھی ہے اگر بالفرض قرآن میں ذکر نہ بھی ہوتا تو بھی عصمت یقیناً ہونی چاہیے اس کے بغیر تو اسوۂ کامل بن ہی نہیں سکتے۔ تو خواتین کو اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام بلند پر فائز تو نہیں کیا کہ عصمت ہو لیکن یہ ہے کہ جو آیات ابھی مذکور ہوئی ہیں ان کا ترجمہ اور تشریح بھی آئے گی' ان میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان ازواج مطہرات کو خاص طور پر دوسری تمام خواتین اور مردوں سے بڑھا کر ایک درجہ میں ان کی تطہیر کی ہے ان کا تزکیہ باطن کیا ہے تصفیہ کیا ہے ان کے نفوس کی تہذیب کی ہے اور اس کے نتیجے میں دنیا میں آنے والی تمام خواتین کے لئے نمونہ بنا دیا ہے۔

ختم نبوت کا ایک دوسرا تکمیلی پہلو ہے خلافت کے اعتبار سے۔ جسے ہم ''خلافت راشدہ'' کہتے ہیں حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول تھے جب تک آپ دنیا میں تھے وحی کا سلسلہ جاری تھا آسمان سے ہدایت آ رہی تھی جب کوئی مشکل مرحلہ آتا تھا اللہ تعالیٰ وحی بھیج کر محمد رسول اللہ ﷺ کو GUIDE فرماتا تھا ہدایت دیتا تھا رخ بتاتا تھا ایسے کرنا ہے ایسے کرنا ہے کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تھا اللہ تعالیٰ وحی نازل فرما دیتا تھا آٹھائیسواں پارہ سورۃ المجادلہ کے شروع میں ایسا ہی ایک مسئلہ ہے کہ ایک بیوی اور ایک شوہر کا مسئلہ پیدا ہوا اور ان کا معاملہ ذرا جھگڑے کی کیفیت اختیار کر گیا محمد رسول اللہ ﷺ کی محفل میں بات پہنچی ہے وہ عورت اپنا CASE لڑ رہی تھی جھگڑ رہی تھی۔ وحی نازل ہو گئی اس کا نتیجہ نکل آیا مسئلہ حل ہو گیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت آ گئی کہ اس مسئلے کا حل یہ ہے۔ آج کوئی ایسی صورت حال نہیں ہے اس لئے کہ وحی کا دروازہ بند ہو چکا ہے محمد رسول اللہ ﷺ جب تک تھے تب تک قرآن اتر رہا تھا اور مزید محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھی اس کی تشریح کا سلسلہ

جاری تھا۔

اور پھر یہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے جو کچھ قرآن کی تشریح فرماتے تھے وہ بھی بہر حال جیسے علامہ اقبال نے کہا ہے (اگرچہ الفاظ تو بظاہر لگتے ہیں ایک نبی کے لئے استعمال نہیں کرنے چاہئیں)۔ ع ''قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید'' محمد رسول اللہ ﷺ پر قرآن اتر رہا تھا اور اللہ نے آپ ﷺ کو خاص صلاحیتیں عطا فرمائیں تھیں اور پھر بہت سارے غیب کے معاملات اللہ تعالیٰ نبی کو بتاتا تھا۔ آسمان کی سیر کروائی معراج نصیب فرمائی تو حضور ﷺ اگر اپنی سوچ کے اعتبار سے بھی قرآن وحدیث سے کوئی نتیجہ نکالتے تھے وحی جلی اور وحی خفی کو ملا کر کوئی منطقی نتیجہ اس کا نکالتے تھے تو بعد میں آنے والوں سے وہ کہیں بہتر ہوتا تھا۔ جو آج ہم قرآن کی کسی آیت اور حدیث کو ملا کر نتیجہ نکال سکتے ہیں محمد رسول اللہ ﷺ کا نکالا ہوا نتیجہ اس سے ہزار درجے بہتر ہے لیکن جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا ہے وحی کا انقطاع ہو گیا نبوت ورسالت ختم ہو گئی اب ایک عملی مسئلہ پیدا ہوا جو آج بھی مسئلہ ہے یہ اسی طرح کا مسئلہ ہے جس کی ابتداء اس وقت ہوئی تھی جب فتح مکہ کے بعد یمن کا علاقہ فتح ہوا وہاں ایک حاکم مقرر کرنے کا مسئلہ درپیش ہوا تو اس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جماعت صحابہ میں جب نظر دوڑائی تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ پر نگاہِ انتخاب جا کر رکی ہے آپ ﷺ نے حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا ان کو ہدایات دیں اور ان کو یمن کا حاکم مقرر کر کے روانہ کیا جب وداع فرما رہے تھے تو آپ ﷺ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا ایک مکالمہ ہوا تھا جو احادیث میں ہے آپ حضرات نے پہلے بھی سنا ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ ایک دور دراز علاقے میں جا رہے ہیں جب مدینے میں تھے تو قریب تھے نمازیں یہیں پڑھی جا رہی ہیں کوئی مسئلہ درپیش ہوا تو چلو آج نہیں تو کل ملاقات ہو جائے گی مسئلے کا حل نکل آئے گا۔ لیکن اب آپ ایک دور دراز علاقے میں جا رہے ہیں وہاں اگر آپ کو کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو کہ جس میں قرآن کی آیات سے رہنمائی نہ ہو سکے تو آپ کیا کریں گے انہوں نے عرض کی کہ میں آپ کے فرامین جو مختلف اوقات میں سامنے آتے رہے ہیں ان میں رہنمائی تلاش کروں گا آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا کہ اگر میری کسی بات میں بھی جواب تک آپ نے سنی ہے رہنمائی نہ ملے تو پھر آپ کیا کریں گے تو اس پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے جوبات عرض

کی وہ یہ ہے کہ پھر میں خود اپنا ذہن لڑاؤں گا خود محنت کروں گا کوشش کروں گا اجتہاد کروں گا یعنی قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلے کو جس کے قریب بھی پاؤں گا اس میں اپنا ذہن لڑا کر اس کا حل تلاش کرنے کی کوشش کروں گا آپ نے اس پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی تصویب فرمائی شاباش دی کہ ہاں صحیح بات ہے کہ اسی طریقے پر ہونا چاہیے۔

یہ ایک انفرادی معاملہ تھا کہ ایک شخص کے ساتھ ایسا مکالمہ ہوا ہے جب ختم نبوت اور ختم رسالت ہوئی ہے اس کے نتیجے میں اب وحی کا، آسمانی ہدایت کا سلسلہ مستقل طور پر بند ہو گیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہوئی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہوئی اور سلطنت دور دراز کے علاقوں میں خوب وسیع ہو گئی اب ایک مسئلہ پیدا ہوا صاف ظاہر ہے کہ مختلف حالات جو سامنے ہیں قرآن وحدیث میں بظاہر اگر ہدایت نہیں مل رہی رہنمائی نہیں مل رہی تو کیا کیا جائے؟۔

اصولاً بات وہی تھی جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی تھی لیکن وہ ایک شخص کا معاملہ تھا یہاں تو اب ہزاروں لوگ ہیں سینکڑوں عمّال ہیں جو مختلف علاقوں میں موجود ہیں ان کے لیے اصول وضع کرنا ان کے سامنے کوئی رہنمائی رکھنا جیسے آج کے دور میں مختلف علاقوں میں جج ہیں سیشن جج ہیں چھوٹی کورٹس ہیں اور اس کے اوپر بڑی کورٹس ہیں پھر سپریم کورٹ ہے تو جب اس طرح کا معاملہ آیا ہے تو پھر صحابہ کو اہل ایمان کو بنیادی طور پر اصول وضع کرنے پڑے ہیں کہ قرآن وسنت کی رہنمائی میں اگر کسی مسئلے کا حل واضح طور پر سامنے نہ آئے تو کیا کیا جائے؟ اگر حالات ایسے ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو سو فیصد اس پر منطبق نہ کیا جا سکے تو کیا جائے؟ ان حالات میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اجتہاد کیا اور محنت کر کے نتائج نکالے ہیں خلوص کے ساتھ۔ اس مسئلہ کی طرف حدیث میں اشارہ ہے۔ خواتین کا جو تکمیلی پہلو ہے' اس کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ اور خلافت راشدہ کے اعتبار سے ختم نبوت کا جو تکمیلی پہلو ہے اس کا ذکر حدیث میں ہے۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِيشُ

مِنكُمْ يَرٰى اخْتِلَافًا كَثِيْرًا وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّهَا ضَلَالَةٌ فَمَنْ اَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ (رواہ الترمذی)

''میں تمہیں اللہ کے تقویٰ اور سننے رہنے اور فرمانبرداری کرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ حبشی غلام تم پر امیر مقرر کر دیا جائے۔ تم میں سے جو شخص زندہ رہا وہ بہت سا اختلاف دیکھے گا۔ تم دین میں نئے گھڑے جانے والے امور سے بچنا کیونکہ وہ گمراہی ہیں۔ تم میں سے جو ایسے حالات کو پائے تو تم پر میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لو'

یعنی میرے بعد بہت فتنے ہونگے حالات مختلف ہو جائیں گے رہنمائی تلاش کرنی پڑے گی ایسے نہیں ہے کہ بنا بنایا کہیں سے نتیجہ نکل جائے گا اس کے لئے اجتہاد کرنا پڑے گا اگر ایسی صورت حال ہو جائے تو مسلمانوں کے لئے فرمایا: عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ ''اے مسلمانوں تم پر میری سنت تو لازم ہے ہی'' رسول اللہ ﷺ کا فرمان ان کا طریقہ ان کی سنت اس میں تو کسی مسلمان کو اختلاف ہو ہی نہیں سکتا اس کے ساتھ آپ ﷺ نے فرمایا: وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ میرے بعد جو میرے تربیت یافتہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں ان کے دور میں اجتہاد کے اور تفاسیر کے اور قرآن و حدیث سے استنباط کے جو بنیادی اصول سامنے آ جائیں گے اور خاص طور پر جن پر اجماع ہو جائے گا جن پر سارے صحابہ رضی اللہ عنہم متفق ہو جائیں گے' اس کا اتباع کرنا بھی اسی طریقے پر تم پر لازم ہے جیسے میری سنت کا اتباع کرنا۔

ختم نبوت کے ان دو تکمیلی پہلوؤں کے متعلق آج میں چاہتا ہوں کہ ان کی طرف آپ کی رہنمائی کروں آپ کو قرآن و حدیث سے مزید دلائل دے کر اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کروں کہ واقعتاً یہ بہت اہمیت کے حامل ہیں۔

ختم نبوت کا جو تکمیلی پہلو خواتین کے اعتبار سے ہے اس کی اہمیت عام طور پر ہمارے پیش نظر نہیں ہے۔ خواتین کے معاملات، دین میں خواتین کی ذمہ داریاں اور خواتین کا اعلیٰ مقام جو اسلام نے ان کو عطا فرمایا ہے وہ اور حوالوں سے تو ہمارے سامنے آتا ہی رہتا ہے' اس پہلو سے

بھی اگر غور کیا جائے تو حقیقت یہی ہے کہ دین اسلام نے، محمد رسول اللہ ﷺ نے، قرآن مجید نے خواتین کو اس اعلیٰ مقام تک پہنچا دیا ہے جسے ہم ''صدیقیتِ کبریٰ'' کا مقام کہہ سکتے ہیں اس لئے کہ اللہ نے خواتین کو نبوت تو عطا نہیں فرمائی لیکن یہ ہے کہ نبوت کے بعد جو بھی اعلیٰ ترین درجہ ہو سکتا ہے اس پر خواتین کو بھی اللہ نے فائز فرما دیا ہے اور وہ مرتبہ ہے صدیقیت کا تو یہ ہے نفس مضمون جس کا میں نے تعارف کرا دیا ہے اور جس کی بنیادی باتیں میں نے آپ کے سامنے رکھ دی ہیں اب اس کی تھوڑی سی مزید تشریح کے ساتھ ان آیات کی طرف ہم آئیں گے۔

پہلی آیت جو میں نے تلاوت کی ہے سورۂ احزاب کی، وہ تو ختم نبوت کے بارے میں ہر تقریر میں آپ یقیناً سنتے ہوں گے ہر گفتگو جو اس موضوع پر ہوتی ہے لازماً اس میں یہ آیت تلاوت کی جاتی ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ ''محمد رسول اللہ ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں'' (یعنی ان کے کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے) وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ ''وہ اللہ کے رسول ہیں'' (ان کی اطاعت اور ان کا اتباع اللہ کے رسول کی حیثیت سے ہے) وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اور وہ انبیاء کے خاتم (ختم کرنے والے) ہیں خاتم نبوت وخاتم رسالت ہیں وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے'' یہ بات اللہ سے پوشیدہ نہیں ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

ختم نبوت کے بارے میں لفظ ''ختم'' کا کیا مفہوم ہے؟ تفصیل میں جانے کا تو موقع نہیں ہے لیکن یہ لفظ دو مفہوم میں استعمال ہوتا ہے ایک تو قرآن مجید میں اور حدیث میں بعینہ اسی مفہوم میں استعمال ہوتا ہے جیسے کہ ہماری مقامی سطح پر جو اردو زبان ہے اس میں استعمال ہوتا ہے یعنی ختم کے معنی یہ ہیں کہ جیسے کوئی چیز پہلے تھی اب ختم ہوگئی پہلے کسی شخص کے پاس کچھ رقم موجود تھی اس میں سے خرچ کرتے رہے خرچ کرتے رہے اب ختم ہوگئی یا کوئی CONSUMABLE COMMODITY تھی آٹا تھا چینی تھی دال تھی اب ختم ہوگئی اس معنی میں بھی لفظ ''ختم'' استعمال ہوتا ہے اس معنی میں ختم نبوت کا تصور یہ ہوگا کہ ایک اللہ کی نعمت اور اللہ کی رحمت تھی جس کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے جاری تھا اور وہ صدیوں پر محیط تھا محمد رسول اللہ ﷺ پر وہ سلسلہ آ کر ختم ہو گیا۔ لفظ ''ختم'' کا دوسرا مفہوم یہ ہے کسی چیز کا یا کسی کام کا مکمل ہو جانا تکمیل پذیر ہو جانا جیسے کوئی

بچہ کہتا ہے کہ میں نے سکول کا کام ختم کرلیا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ میں نے اس کو کامل کرلیا جیسے اس کو کرنا تھا جتنا کرنا تھا وہ ہو گیا ختم نبوت کی اصطلاح میں ''ختم'' کا لفظ اس مفہوم میں بھی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ نبوت کا ایک سلسلہ جاری تھا وہ کوئی ایسی FLAT چیز نہیں تھی جو چلی آرہی تھی بلکہ اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے جو سلسلہ جاری فرمایا وہ آہستہ آہستہ درجہ بدرجہ کمال کو پہنچتا چلا گیا جیسے کوئی آدمی کسی پہاڑی کی چڑھائی پر چڑھتا ہے یا جیسے کوئی گراف بناتے ہیں تو گراف اونچے سے اونچا چلا جاتا ہے اپنے CLIMAX کو پہنچ کر وہ سلسلہ ختم ہو گیا یہ کوئی سپاٹ یا کوئی ہموار چیز نہیں ہے جو چلتے چلتے ختم ہو گئی ہے۔ ختم نبوت میں ختم کا لفظ جب کسی چیز کو مکمل کرنے کے لئے استعمال ہو گا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر جو نبوت ختم ہوئی ہے وہ حضرت آدم سے جو سلسلہ جاری ہوا وہ درجہ بدرجہ اپنے کمال کو پہنچتا ہوا اور اعلیٰ تر مراتب تک پہنچتا ہوا اپنی آخری اتمامی اور تکمیلی شکل میں محمد رسول اللہ ﷺ تک پہنچ کر ختم ہو گیا۔

اگر پہلے معنی صرف مراد لئے جائیں جیسا کہ ختم نبوت سے متعلق عام آدمی کا تصور وہی پہلے والا ہی ہے کہ نبوت کا ایک سلسلہ جاری تھا چلا آرہا تھا چلا آرہا تھا اللہ نے ختم کر دیا' اس کا اگرچہ منطقی نتیجہ نکلتا ہے کہ رحمت کا جو سلسلہ تھا (قرآن مجید میں نبوت کو رحمت کہا گیا ہے) وہ سلسلہ اللہ نے کیوں منقطع کر دیا وہ جاری رہنا چاہیے تھا جب دنیا میں انسان آرہے ہیں نسل انسانی جاری ہے وہ ختم نہیں ہوئی بلکہ پہلے سے سینکڑوں گنا زیادہ اس کی آبادی بڑھتی چلی جارہی ہے مسائل بڑھتے چلے جارہے ہیں' تو اللہ نے ختم نبوت کیوں فرمادی۔ لیکن یہ جو دوسرا مفہوم ہے اس کے اعتبار سے اگر دیکھیں گے تو پھر بات سمجھ میں آتی ہے کہ واقعتاً ایک STAGE پر آ کر اللہ نے وہ ہدایت کامل کر دی اسوۂ کامل محمد رسول اللہ ﷺ کی شکل میں لوگوں کو عطا کر دیا گیا اب کسی ہدایت کی ضرورت نہیں ہے اللہ نے قرآن جیسی کتاب عطا کر دی محمد رسول اللہ ﷺ جیسا ہادیٔ برحق نبی اور رسول عطا فرمادیا اب اگر انسانیت کا یہی مزاج ہے یا اس کے یہی تخلیقی عوامل ہیں تو اس انسان کو کسی مزید رہنمائی کی ضرورت نہیں ہے یہ ہے وہ مفہوم جس کا سورۃ المائدہ کی آیت میں بیان ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا o

''آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں
اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا''

اللہ نے یہ جو نعمت ہدایت ہے اس کی تکمیل فرمادی اس کا اتمام فرمادیا اس کو مکمل کر دیا ایسے نہیں ہے کہ اللہ نے بغیر کسی جواز کے نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم کر دیا بلکہ اسے آخری انتہا تک پہنچا کر جہاں تک نسل انسانی کی یا ذہن انسانی کی ضرورت ہوسکتی تھی رہنمائی کے آخری درجے تک پہنچا کر مکمل کر کے ہدایت کو اللہ نے ختم کیا ہے یہ دوسرے معنی ہیں ختم نبوت کے اور اس کو سامنے رکھا جائے تو پھر بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ واقعتاً اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کی شکل میں جو کامل ہدایت ہمیں عطا فرمادی ہے اور قرآن وحدیث میں انسانِ کامل کا ایک ہیولا ہمارے سامنے رکھ دیا ہے اب رہتی دنیا تک کسی بھی سوچنے سمجھنے والے انسان کے لئے مزید کسی قسم کی رہنمائی درکار نہیں ہے۔

اسی کو ایک اور اعتبار سے دیکھئے اس لئے کہ اگر یہ مسئلہ پہلے واضح ہو گا تو اس کے بعد اگلے دو تکمیلی پہلو سامنے آئیں گے۔ ''خطبات مدراس'' سید سلیمان ندوی صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ہے آپ میں سے اکثر حضرات نے پڑھی ہو گی انہوں نے سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر لیکچر دیئے تھے مدراس میں ایک جگہ پر محمڈن ایجوکیشنل سوسائٹی تھی، اس میں انہوں نے تصور پیش کیا ہے کہ آج کی دنیا میں معروضی طور پر بھی اگر تلاش کیا جائے کوئی انسان، کوئی نوجوان، کوئی حق کا متلاشی اگر وہ نکلے کہ میں کسی ایک ایسے انسان کی تلاش میں ہوں جس کا میں کامل اتباع کر سکوں پوری زندگی اس کے پیچھے چل سکوں ایسا کوئی کامل انسان مل جائے۔ غیر شعوری طور پر تو ہر شخص اس کا متلاشی ہے لیکن اگر آپ ایسا فرض کریں تو کوئی باہمت محنتی انسان ہو جس کے پاس وسائل بھی ہوں کوشش اور محنت کر رہا ہے تلاش کر رہا ہو تلاش کرتے کرتے بالآخر کیا نتیجہ نکلے گا؟ وہ شخص غیر انبیاء میں کس تک پہنچے گا؟ اس کو مختلف بڑے بڑے فاتح ملیں گے سکندر اعظم کی حیثیت اس کے سامنے آئے گی کہ بہت بڑا انسان تھا کیا اس کا اتباع کر لو گے؟ اس کی زندگی کے تو چند گوشے بھی پورے نہیں ملیں گے اور وہ بھی کسی معقول اور سمجھدار انسان کے لئے قابل اتباع نہیں ہے اوسط درجے کا باضمیر انسان جس میں کوئی اخلاق وکردار بھی ہے کوئی ضمیر نام کی چیز ہے اس کے نزدیک

تو وہ قابل اتباع نہیں ہوسکتا، انہی فاتحین کی فہرست میں ہٹلر بھی ملے گا مسولینی بھی ملے گا ہلاکو خان بھی ملے گا چنگیز خان بھی ملے گا' کوئی شریف آدمی ان کی زندگی کو اپنے لئے نمونہ نہیں بنا سکتا۔ انبیاء کی تاریخ میں چلے جائیں' میں نے ایک انتہا سے دوسری انتہا تک بات پہنچا دی ہے، درمیان میں اور بہت ساری شخصیتیں ہوسکتی ہیں لیکن انبیاء کی زندگی میں بھی آپ دیکھیں کوئی متلاشی حق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا مطالعہ کرے تو کیا اس کو وہاں سے اسوۂ کامل مل سکتا ہے؟ اس میں کوئی توہین کا پہلو نہیں ہے؛ اس لئے کہ اللہ نے نبی ورسول بنائے ہیں ایک کے بعد ایک درجہ بہ درجہ سیڑھی بہ سیڑھی اوپر پہنچاتے ہوئے محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے تو مطلب یہی ہے کہ سابقہ نبیوں کی جو ہدایت تھی وہ اپنے زمانے کے لئے جو ضرورت تھی اللہ نے وہ بھیجی لیکن وہ مستقل اور دائمی نہیں ہوسکتی تبھی تو اللہ نے تورات اور انجیل کو دنیا میں سے محو کر دیا قرآن بھیج دیا اس لئے کہ وہ دائمی ہدایت ہو بھی نہیں سکتی تھی انسان کی مکمل رہنمائی کر ہی نہیں سکتی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کو آج اگر آپ پڑھیں کیا رہنمائی ہوسکتی ہے کیا کچھ AVAILABLE ہے، آپ (عیسیٰ) علیہ السلام کا کل تذکرہ جو قرآن مجید میں یا بائبل میں ہے صرف پیدائش کا ذکر ہے یا ابتدائی ایک سال کے واقعات ہیں اس کے بعد پوری زندگی کے متعلق کوئی ذکر نہیں' انہوں نے بچپن کہاں گزارا جوانی کہاں گزاری کیا کرتے رہے کس سے علم سیکھا، کیا پڑھا، ان کا کیا مشغلہ رہا، کیا پیشہ رہا' کچھ نہیں معلوم! چند قصے کہانیاں ہیں لیکن وہ AUTHENTIC نہیں ہیں اس کے بعد یکا یک تیس سال کی عمر میں سامنے آتے ہیں کہ نبی ورسول علیہ السلام کے طور پر یروشلم میں ظاہر ہوئے اور کل ڈھائی برس ان کا دور رسالت ہے۔ انجیل اُٹھا کر دیکھ لیجیے اس میں چند وعظ ہیں نہ کوئی قانون ہے نہ کوئی ضابطہ ہے نہ ہی انسان کو کوئی انفرادی معاملات یا دوسرے معاملات شادی بیاہ نکاح وطلاق، کاروبار معاملات، حکومت کے بارے میں کچھ ہدایت مل سکتی ہے اور پرائیویٹ نجی زندگی کے بارے میں تو کچھ بھی نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اس دنیا میں فی الواقع معروضی طور پر تلاش کرنے سے بھی ملے گا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی بھی کامل رہنمائی نہیں کر سکتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی پر چلے جائیں ان کے ماننے والے کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں خصوصاً یہود نام کی قوم ایک ہے جو ان کو بہر حال بہت برگزیدہ اللہ کا پیغمبر تو مانتے ہیں' انسان تلاش کرے

دنیا میں جو کوئی بھی لٹریچر AVAILABLE ہے OLD TESTAMENT کے نام سے کتاب موجود ہے اور اس کی تالمود کے نام سے تفسیریں موجود ہیں' لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے بھی چیدہ چیدہ واقعات کے علاوہ آپ کو ایک مکمل شخصیت کا ہیولا نہیں ملے گا جو مکمل رہنمائی نہیں دے سکتے۔اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ قرآن مجید میں پڑھ لیجیے ان کے ماننے والے اور بھی بہت ہیں یہودو عیسائی کے لٹریچر میں پڑھ لیجیے کامل رہنمائی نہیں مل سکتی۔پوری زندگی کامل اتباع کے لئے آدمی کے سامنے کسی شخصیت کا نقشہ ہونا میسر ہی نہیں۔اور جو کوئی غیر نبی مفکرین ہیں یا فلسفی گزرے ہیں یا اور کوئی نبی علیہ السلام تھے جن کے (بزعم خویش) ماننے والے جو کسی وجہ سے گمراہ ہو گئے بدھ مت، کرشن یا کنفیوشش کے نام سے ہیں ان کی زندگی کے چند تو ہم پرستی کے انداز میں کچھ واقعات ہیں جن سے اُلوہیت کا کوئی شائبہ ان کے ساتھ منسوب کیا جاسکتا ہے انسان کے لئے قابل عمل نمونہ زندگی کا' وہ تو میسر ہی نہیں ہے۔

سید سلیمان ندوی صاحب رحمہ اللہ کی جو بات آپ کو میں بتانا چاہ رہا تھا جو ہمارے اس CONCEPT کو واضح کرنے کے لئے ہے کہ تاریخ انسانی میں واحد شخصیت ہے محمد رسول اللہ ﷺ! کہ جن کی زندگی کا پورا ہیولا زندگی کا ہر گوشہ نجی زندگی بھی اور عوامی زندگی (PUBLIC LIFE) بھی اس میں طہارت وضو، کھانے پینے کے انداز، بیت الخلاء کے داخلے اور مسجد میں داخلے سے لے کر سونے اور جاگنے تک کے معاملات پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہیں کوئی اتباع نہ کرنا چاہے اس کے لئے راستہ کھلا ہے لیکن اگر کوئی متلاشی حق آج بھی خلوص دل کے ساتھ اتباع کرنا چاہے کہ مجھے کوئی نمونہ درکار ہے مجھے ایک ایسی شخصیت کا ہیولا درکار ہے کہ میں اس کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھال سکوں اس کے پیچھے چل سکوں اس کا اتباع کر سکوں تو سوائے محمد رسول اللہ ﷺ کے کوئی اور شخصیت اس مقام پر فائز ہونے کے قابل ہی نہیں، کسی کی زندگی کے حالات AVAILABLE ہیں ہی نہیں۔تو معروضی انداز میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی شخصیت اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات (قرآن وحدیث) دنیا میں آج کے انسان کے لئے بھی واحد نمونہ موجود ہے جس تک وہ رسائی حاصل کر سکتا ہے۔اس کے علاوہ جو کچھ بھی AVAILABLE ہے وہ انسان کے لئے نمونہ نہیں بن سکتی۔

ایک اچھی شخصیت، اچھا کردار اوصاف ظاہر ہے کہ اچھے کردار کا فیصلہ کرنا یہ میرے یا آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ یہ تو صرف اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے اور انسان کے اندر ایک ضمیر رکھا ہے صلاحیتیں رکھی ہیں عقل انسانی ہے یہ تو جو بھی بین الاقوامی معیار ہو سکتا ہے انسانوں کی سوچ کا کہ ایک اچھا انسان کیا ہو سکتا ہے جس میں بنیادی انسانی اوصاف ہوں بنیادی انسانی اخلاق ہوں بنیادی انسانی کردار ہو اس کا ہیولا جو کچھ بھی ایک عالمی سطح پر انسان کے لئے بن سکتا ہے حقیقت یہ ہے اس میں اگر آگے بڑھنے کے لئے کوئی نمونہ موجود ہے تو میں پھر وہی کہوں گا کہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی شخصیت ہے یہ ہے وہ بات جو قرآن مجید کی سورۃ المائدہ کی اس آیت میں کہی گئی ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اے مسلمانوں یا اے بنی نوع انسان! ''آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے'' وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ''اور تم پر اپنی نعمت ہدایت مکمل کر دی ہے'' انتہائی شکل میں تمہارے سامنے رکھ دی ہے۔ اتمام کے معانی بھی وہی ہیں جو ختم کے معانی میں نے ابھی آپ کو بتائے کہ کسی چیز کو مکمل کر دینا، CLIMAX تک پہنچا دینا وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ ''اللہ تعالیٰ اپنے نور کا اتمام کر کے رہے گا'' اتمام کے کیا معنی ہیں کتاب کے آخر میں تَمَّتْ بِالْخَیْرِ لکھا ہوتا ہے اس کے کیا معنی ہوتے ہیں؟ یہ کہ کتاب الحمدللہ اللہ کے فضل و کرم سے خیریت کے ساتھ مکمل ہو گئی ہے۔

وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اے بنی نوع انسان میں نے تم پر اپنی نعمت کا اتمام کر دیا ہے اب اس ہدایت کے ہوتے ہوئے تمہیں مزید کسی طرف نگاہ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے کسی ہدایت کی ضرورت نہیں ہے۔ اصل تو انسان کے اندر جذبہ ہونا چاہیے، جذبۂ محرکہ اگر انسان کے اندر ہو کوئی MOTIVATION ہو تو پھر لازماً انسان آگے بڑھے گا اگر وہ جذبہ نہ ہو تو جیسے کسی انسان کو بھوک نہ ہو کوئی بیماری ایسی لاحق ہو جائے کہ آدمی کی بھوک مر جائے تو مرغن سے مرغن غذا سامنے رہے تو آدمی اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا لیکن اگر بھوک ہو یا پیاس لگی ہو اور پھر سامنے کھانا لایا جائے یا کوئی مشروب لایا جائے تو ممکن نہیں ہوتا کہ انسان اس سے پہلو تہی کر سکے۔ اسی طریقے پر اگر کسی انسان کے اندر طلب ہے ہدایت کی پیاس ہے تو پھر محمد رسول

اللہ ﷺ کی شخصیت ایک کامل نمونہ کی حیثیت سے ہمارے سامنے ہے۔ اور یہی ختم نبوت کی وہ شان ہے جو قرآن مجید میں کہی گئی ہے کہ اسی وجہ سے اللہ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو اس اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا ہے کہ اب قیامت تک جتنے بھی انسان آنے والے ہیں انہیں کسی مزید ہدایت کی ضرورت نہیں ہے جو ہدایت محمد رسول اللہ ﷺ لائے ہیں اسی میں انسان اپنی عقل لڑا کر سوچ بچار کر کے اسی میں سے استنتاج کر کے استنباط کر کے کر اپنی مجتہدانہ صلاحیتیں استعمال کر کے اپنے ہر مسئلے کا حل نکال لے گا۔ آگے جو بات آئے گی اس کے لئے ختم نبوت کے اسی تصور کو ذہن میں رکھنا چاہیے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ ختم نبوت کے کچھ قانونی تقاضے ہیں جو آج ہمارے سامنے واضح ہیں اگر محمد رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت کو اگر آخری اور حتمی نہ سمجھا جائے تو قرآن مجید کی ہدایت کی پوری عمارت ناقص قرار پائے گی؛ اس لئے کہ یہ مربوط اور مکمل ہدایت ہے اس میں یہ نہیں ہے کہ دو چار انٹیں ادھر سے نکال دیں جائیں اور دو چار ستون ادھر سے نکال دیئے جائیں ایک حصہ گرا دیا جائے تو اس کی خوبصورتی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا وہ تو ایک ORGANIC WHOLE ہے آپ اس میں ایک چیز بھی نکال دیں گے تو یہ تو پوری عمارت کو کمزور اور خراب کرنے والی بات ہے اس میں جو بلندیِ فکر اور جو ہم آہنگی موجود ہے وہ ساری کی ساری ختم ہو جائے گی مجروح ہو جائے گی۔ اس ختم نبوت کے عقیدے کی وجہ سے آج ہمارے سامنے ایک اسوۂ کامل ہے تو وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

ختم نبوت کے دو تکمیلی پہلو جن کا خلاصہ آپ کے سامنے رکھ چکا ہوں اب ذرا وضاحت کے ساتھ آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ ایک پہلو خواتین سے متعلق ہے کہ جب اللہ نے انسان کے لئے اتنی بڑی ہدایت عطا فرمائی ہے محمد رسول اللہ ﷺ جیسا نمونہ اتار دیا اور انہوں نے بھرپور محنت و مشقت اور جدوجہد والی زندگی بسر کر کے وہ نمونہ لوگوں کے سامنے لا کر رکھ دیا اس سے اصولاً تو انسانیت پر اتمام حجت اور قطع عذر ہو گیا اس لئے کہ نبوت کا بنیادی خاصہ یہی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نبی بھیجے، سورۃ النساء کی آیت ہے

رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

اللہ کی طرف سے رسولوں کی بعثت اسی مقصد کے لیے ہے کہ اللہ نے مبشر و منذر بنا کر بھیجا تا کہ ان رسولوں کے آنے کے بعد کسی انسان کے پاس اپنی بدعملی کے حق میں کوئی جواز، کوئی بہانہ باقی نہ رہے یہ ہے اصل وجہ انبیاء اور رسل کی بعثت کی۔ اگر چہ انسان کے اندر بھی اللہ نے طلب ہدایت رکھی ہے اور انسان خود بھی اس کا اللہ کے ہاں جواب دہ ہے کہ تم نے ہدایت تلاش کی یا نہیں کی۔ لیکن خارج میں اللہ نے ہدایت کا سورج بھی روشن کر دیا تا کہ جس کسی انسان کی بھی طلب ہدایت کی آنکھ کھل جائے اس کو خارج میں وہ نور میسر آ جائے یہ نہیں ہے کہ کوئی آدمی متلاشی ہو اور اسے خارج میں ہدایت ہی نہ ملے۔ ''اتمام حجت'' یہ بنیادی مقصد ہے رسولوں کے آنے کا کہ کسی کے پاس کوئی بہانہ باقی نہ رہے۔ قیامت کے دن کہ اللہ میں تو چاہتا تھا کہ تیری بندگی کروں تیرا کہنا مانوں تیرے احکام کے مطابق زندگی بسر کروں لیکن کہیں ہدایت میسر ہی نہیں تھی اگر ہدایت تھی تو اتنی مشکل تھی کہ مجھے سمجھ نہیں آتی تھی یا نا قابل عمل تھی وغیرہ وغیرہ ان جیسے جو بھی عذر ہو سکتے ہیں ان کو ختم کرنے کے لئے اللہ نے نبی بھیجے رسول بھیجے۔ اور نبی اور رسول علیہم السلام بھی دنیا میں اس طریقے پر نہیں آئے کہ اللہ نے ایک نبی بھیجا ہو دو بھیجے ہوں دس بھیجے ہوں بلکہ ایک لاکھ سے زائد نبیوں کی تعداد ہے۔ اور جو نبی تشریف لاتے تھے دنیا میں وہ کچھ اس طریقے پر نہیں آئے کہ کوئی آدمی آیا اور مجمع اکٹھا کیا تقریر کی اور چلا گیا بلکہ سوائے چند استثناآت کے جس قوم کی طرف جو نبی بھیجا گیا وہ اسی قوم میں پیدا ہوا اپنی قوم میں بچپن گزارا ہے جوانی گزاری ہے اس کا بنیادی کردار لوگوں کے سامنے آیا الصادق الامین کہلائے ہیں یہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی بات نہیں ہے بلکہ جو نبی بھی دنیا میں آیا ہے وہ اپنی ذاتی صلاحیتوں کے اعتبار سے بہت ہی اعلیٰ درجے کا انسان تھا پھر نبوت کے ظاہر ہونے کے بعد نبیوں نے ایک طویل عرصہ اپنی قوموں کے اندر گزارا ہے حق لوگوں کو بتایا ہے کسی نے مانا کسی نے نہیں مانا یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ لیکن اللہ کے نبی یہی کہتے رہے ہیں کہ ہم جو بات تمہیں کہہ رہے ہیں یہ اپنی طرف سے نہیں پہنچا رہے ہم تو اس پر اللہ کی طرف سے مأمور ہیں تم مانو یا نہ مانو تمہیں سمجھ میں آئے یا نہ آئے یہ حق ہم تمہارے سامنے پیش کرتے رہیں گے۔ لوگوں کی طرف سے تشدد، تکلیفیں، مار پیٹ برداشت کی ہے اس کے باوجود حق بات لوگوں تک پہنچائی ہے۔ تو اللہ نے دنیا میں جو نبی اور رسول بھیجے ہیں ان کی بعثت کا بنیادی

مقصد ''اتمام حجت'' ہے۔ اجرائے وحی، انزال کتب اور ارسال رسل ان سب کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے اتمام حجت۔

اسی ضمن میں دیکھیئے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے اتمام حجت فرمادیا، رسالت کا حق ادا کر دیا۔ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر جو فرمایا وہ اسی صورت میں ادا ہوا کہ ایک مرد کا اسوہ مردوں کے لئے تو اسوۂ کامل ہے اس لیے کہ جو عوامل، میلانات اور سوچ ایک مرد کی ہوسکتی ہیں اس کے لئے ایک مرد نمونہ ہوسکتا ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ بحیثیت انسان رسول اللہ ﷺ کا اسوہ تمام انسانوں پر مجموعی طور پر حجت ہو گیا لیکن ایک درجہ نیچے آئیں تو مردوں کے لئے تو سوفیصد اتمام حجت ہو گیا اور آج تک وہ اتمام حجت ہے لیکن ایک مرد کا اسوہ ایک خاتون کے لئے سوفیصد نہیں ہوسکتا اس ہدایت میں جو رسول اللہ ﷺ کی تھی۔ سابقہ انبیاء کا معاملہ یہ تھا کہ ان کا دور اسی وقت تک ہوتا تھا جب تک وہ نبی موجود ہوتے وہ نبی اپنی اہلیہ یا قریبی رشتہ دار خواتین کو جو تعلیمات دیتے تھوڑے عرصے کے لئے وہ چلنے والی تعلیمات تھیں وہ روایات کے طور پر چلتی رہتی تھیں۔ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کا زمانہ تا قیام قیامت ہے اس میں مختلف قبائل مختلف قومیں مختلف علاقوں کے لوگ مختلف زبانیں بولنے والے لوگ شامل ہونے والے ہیں جس کو قرآن مجید میں کہا گیا ہے (وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ) لہٰذا کسی ایک عورت کے لیے اگر اس کو سمجھا بھی دیا جاتا تو بھی اسوۂ کامل ہونے والا نہیں تھا۔

محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے جو متعدد ازواج (POLYGAMY) عطا کیں ہیں اس کی حکمت بھی اسی کے ساتھ منسلک ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں مختلف قبائل اور مختلف مزاج کی خواتین دی گئیں' آپ نے ان کی تربیت کی ان کے نسوانی مسائل ان کو سمجھائے' اور صاف ظاہر ہے کہ ایک عورت محمد رسول اللہ ﷺ سے جو مسائل بحیثیت شوہر اور بیوی کے سمجھے گی وہ کوئی اور کسی بھی حیثیت سے کسی خاتون کو تعلیم نہیں دے سکتا بھائی اپنی بہن کو، بیٹا اپنی ماں کو اس طرح تعلیم نہیں دے سکتا اور کوئی خاتون اپنے کسی استاد سے اس درجہ میں مسائل نہیں پوچھ سکتی محمد رسول اللہ ﷺ نے ایسے بالکل پوشیدہ مسائل جن میں ہدایت درکار تھی۔ اگر تو کامل ہدایت لینی ہے پھر تو ان مسائل میں بھی رہنمائی درکار ہے اگر اسلام میں بھی یہ طے کر دیا جاتا کہ یہ موٹی موٹی باتیں تو بس

ٹھیک ہیں باقی نجی معاملات میں جو چلتا رہے کوئی پرواہ نہیں ہے بس نماز پڑھتے اور تسبیحات کرتے رہو اور جہاد کرتے رہو اتنا کافی ہے باقی کوئی فرق نہیں پڑتا یا جیسے آج کی مغربی سوسائٹی ہے اسی طرح کا پرانا معاشرہ تھا کہ جہاں ہر طرح کی SEXUAL CORRUPTION تھی اس صورت میں تو بات الگ تھی جو چاہے کرتے رہو لیکن اگر یہ طے کر دیا جائے کہ زندگی کے باریک ترین گوشوں اور REMOTE گوشوں میں بھی اللہ کی ہدایت ماننی ہے ۔اس لیے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے اللہ ہر وقت ہر جگہ موجود ہے کوئی شخص اکیلا نہیں ہوتا مگر اس کے ساتھ دوسرا اللہ ہوتا ہے دو آدمی نہیں ہوتے کہ تیسرا اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے اور حدیث میں بھی ہے کہ ” آدمی اللہ کا تقویٰ اختیار کرے تنہائی میں بھی اور لوگوں کے سامنے بھی“ لوگوں کے سامنے تقویٰ اختیار کرنا آسان ہے لیکن تنہائی میں اللہ کے احکام کی پیروی اور اللہ کی کسی نافرمانی سے بچنا بہت مشکل کام ہے۔

حضرت محمد ﷺ مسلمان مرد و خواتین کے لئے کامل نمونہ تھے اس کیلئے رسول اللہ ﷺ نے ہر کام کا عملی نمونہ پیش فرمایا ہے تاہم خالص نسوانی معاملات میں آپ سے اس کی توقع ہی نہیں ہوسکتی تھی آپ ﷺ نے نہ برقع پہن کر دکھایا نہ دوپٹہ اوڑھ کر دکھایا بلکہ اسلام کی وہ تعلیمات جو خواتین سے متعلق ہیں ان کی تعلیم کے لئے اللہ تعالیٰ نے وہ خواتین محمد رسول اللہ ﷺ کے عقد میں دیں جو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ بنیں ان کو رسول اللہ ﷺ نے تعلیم دی ہے۔اب ہم ان آیات کا ترجمہ کرتے ہیں۔محمد رسول اللہ ﷺ نے جو تعلیمات اپنی خواتین کو دیں اس کا اللہ تعالیٰ نے دو طریقے پر تحفظ فرمایا ہے؛ اس لیے کہ ہوسکتا ہے کسی ایک وقت کسی کی شاگردی اختیار کر کے کچھ باتیں سیکھ لی جائیں لیکن آپ سب کو تجربہ ہے کہ آدمی جب باہر نکلتا ہے دوستوں میں گھر بار میں مشغول ہوکر چند دن بعد بھول جاتا ہے اس سے وہ حق تو ادا نہیں ہوا لوگوں کے سامنے تو بات نہیں پہنچی ۔لہٰذا اللہ نے دو طریقے پر اس کا تحفظ کیا ہے۔کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی جو تعلیمات اتمامِ حجت کے لئے خواتین تک پہنچی ہیں کہیں ان میں گڑبڑ نہ ہو جائے اس میں کہیں غلط نظریات کی آمیزش نہ ہو جائے۔تحفظ کی ایک شکل یہ ہے کہ جو خواتین محمد رسول اللہ ﷺ کے زیر عقد آئیں اللہ نے ان کی ہر طریقے پر ذہنی اور فکری تربیت فرمائی ہے اس میں جو بھی کوئی آلائش کسی ممکنہ

درجے میں تھی کہ انسان ہیں ہوسکتی ہے کسی میں کم کسی میں زیادہ' اس لیے کہ ہمارا تصور یہ ہے کہ ''عصمت'' انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے تو ثابت ہے کوئی غیر نبی اس معنی میں گناہوں سے سو فیصد مبرّا نہیں ہوسکتا ہے اور جیسے پہلے عرض کیا کہ انبیاء کی عصمت اور معصومیت کا مطلب بھی یہی ہے کہ بحیثیت انسان تو ان کے اندر بھی خطا کا امکان موجود رہتا تھا لیکن چونکہ ان کی زندگی لوگوں کے لئے نمونہ بنی ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو بچا لیتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان محترم خواتین کے لئے بھی اہتمام فرمایا کہ جو نور ہدایت اور تعلیمات محمد ﷺ نے انہیں دی ہیں ان میں کسی اور قسم کے نظریات اور ذاتی سوچ وفکر اور ذاتی میلانات کا دخل نہ ہو جائے یہ بات ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے تدریجاً سامنے رکھی ہے۔ ترجمہ کرنے سے پہلے ایک اور پہلو بھی سامنے رکھنا چاہیے۔ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول ہیں ان سے پہلے بھی اللہ کے نبی اور رسول آئے عام انسان میں اور ایک نبی میں یہ فرق ہے کہ نبی پر وحی آتی تھی اور عام انسان اس سے محروم ہے بلکہ وہ اس بات کا محتاج ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت جن لوگوں پر اترتی رہی ہے ان سے وہ حاصل کرے ان کا اتباع کرے۔ لیکن ایک عام انسان اللہ کے ہاں اتنا جواب دہ نہیں ہے وہ تو بہانہ بھی کر سکتا ہے کہ اللہ مجھے تو ساری زندگی کسی نے بتایا ہی نہیں۔ اللہ کے آگے اگر کوئی شخص ایسا کہہ دے کہ اے اللہ میں تو ساری زندگی متلاشی رہا کہ کوئی مجھے ہدایت دے سیدھا راستہ بتائے مجھے تو کوئی آدمی میسر ہی نہیں آسکا اگر وہ واقعتاً سچے دل سے کہہ رہا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک معقول عذر ہوسکتا ہے لیکن جس تک ہدایت پہنچ گئی وہ یہ نہیں کہہ سکتا اسی طریقے پر جن کو اللہ نے نبی بنایا رسول بنایا ان کی زندگی میں ان تعلیمات کے خلاف کوئی بات آ جائے اللہ تعالیٰ ان سے تو بہت ناراض ہوگا کہ تمہیں تو براہ راست میری طرف سے وحی آ رہی تھی میری طرف سے مبشرات آ رہے تھے ہدایت آ رہی تھی تمہیں ہر طریقے پر اللہ کی طرف سے انگلی پکڑ کر چلایا جا رہا تھا اس کے باوجود کوئی کوتاہی ہوگئی۔

سورۃ بنی اسرائیل مکی سورۃ ہے اور مکی دور کے آواخر میں نازل ہوئی جس وقت مختلف طریقے پر محمد رسول اللہ ﷺ پر دباؤ ڈالا جا رہا تھا مختلف سفارتیں آ رہی تھیں کہ آپ یہ تبلیغ اور ہمارے نظریات اور ہمارے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دیں حتی کہ سورۃ یونس میں آیا ہے کہ اے محمد (ﷺ) اس قرآن میں کوئی تبدیلی کر دیں' اس کے جواب میں محمد رسول اللہ ﷺ ایک پہاڑ کے مانند ڈٹے

ہوئے تھے لیکن پھر بھی بہر حال اللہ نے اہل ایمان کو سمجھانے کے لئے یہ آیت بھی اتاری' بظاہر محمد رسول اللہ ﷺ سے کوئی امکان نہیں تھا لیکن بفرض محال اگر ایسا ہو جائے تو اس کا کیا نتیجہ نکلے گا گویا یہ سمجھانے کے لئے یہ آیت بھی اتاری یہ اسی طرح کی بات ہے جیسے کہ قرآن مجید میں سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ نے کئی نبیوں کا ذکر فرمایا ہے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام تو اللہ کے برگزیدہ، ہدایت یافتہ اور معصوم بندے ہوتے ہیں لیکن آخر میں فرمایا: اگر ان میں سے بھی کسی سے شرک ہو جاتا تو اللہ تعالیٰ ان کے سارے اعمال حبط کر دیتا۔ انبیاء سے کوئی امکان نہیں ہے لیکن بات سمجھانے اور منطقی انتہاء تک پہنچانے کے لئے ہے کہ ان برگزیدہ بندوں سے بھی اگر یہ غلطی ہو جائے تو یہ غلطی ایسی ناقابل معافی ہے کہ اللہ معاف نہیں فرمائے گا۔ اسی طریقے پر یہاں بھی بفرض محال کے درجے میں بات ہے وَلَوْلَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَیْهِمْ شَیْــٴًـا قَلِیْلًا اے نبی آپ کے دل میں شاید کبھی میلان پیدا ہو جائے' یا کم از کم آدمی کبھی یہ سوچنے پر ہی آمادہ ہو سکتا ہے کہ ان کے ساتھ کوئی مفاہمت کر لی جائے تو شاید اس میں کوئی بہتری کے آثار پیدا ہو جائیں۔ اللہ نے فرمایا: اذاً لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَیٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ اے نبی بفرض محال اگر آپ ان مشرکین یا ان کافروں کے ساتھ ذرّہ برابر بھی آمادۂ مصالحت ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا کی زندگی میں بھی دوہرا مزا چکھاتا ہے اور مرنے کے بعد بھی۔ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا اور پھر آپ ہمارے مقابلے میں کوئی مددگار فریاد کو پہنچنے والا نہ پاتے۔ مطلب یہ ہے کہ بفرض محال کے درجے میں اگر ایسا کام محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی سرزد ہو جائے تو پھر معافی نہیں ہے اللہ کے ہاں۔ ———— ''جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے''۔ اللہ کی طرف سے وحی آ رہی ہو ہدایت آ رہی ہو مبشرات آ رہے ہوں تو پھر ذمہ داری بھی اتنی ہی بڑھ جاتی ہے کہ آدمی اس کا حق ادا کرے اس کے لئے اپنا جان و مال کھپائے۔ جیسے ایک آدمی دین کے بارے میں معلومات نہیں رکھتا اللہ کے ہاں اس کی جواب دہی بھی اسی طریقے پر ہے ایک آدمی تھوڑی سی معلومات رکھتا ہے اس کی جواب دہی اس سے بڑھ کر ہے ایک آدمی بہت زیادہ معلومات رکھتا ہے ایک آدمی وہ ہے جو تمام درجہ میں دین کی معلومات رکھتا ہے اور سارے معاملے کو سمجھتا ہے پھر بھی یہ بدعملی، دین کے احکام کی خلاف ورزی کر رہا ہو تو اللہ کے ہاں سخت ناراضگی ہے۔ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ

اللّٰہِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَالَا تَفۡعَلُوۡنَ اللہ کو سخت غصہ دلانے والی بات ہے کہ آدمی کوئی بات زبان سے کہے علمیت کا تو اظہار کرے پھر اس پر عمل کر کے نہ دکھائے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی ازواج سے خطاب کا یہی انداز ہے ان آیات میں کہ یہ ازواج مطہرات یہ امہات المؤمنین جو محمد رسول اللہ ﷺ کے عقد میں آئیں ہیں ان کی ذمہ داریاں بھی عام خواتین جیسی نہیں ہیں کہیں بڑھ کر ہیں کہیں بڑھ کر ہیں کہیں بڑھ کر ہیں؛ اس لئے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے عقد میں آئیں ہیں تو اللہ نے ان کی تربیت کی ہے ان کو ایک موقع میسر آیا ہے جس کے نتیجے میں ایک اعلیٰ مقام پر فائز ہوگئیں ہیں۔ اب اگر ان سے کوئی غلطی ہوئی تو یہ نہ سمجھیں کہ جیسے کسی اور خاتون سے فروگزاشت ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا' ان کا جرم ایسا بڑا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کو عام خواتین سے زیادہ سزا دے گا یہ مفہوم ہے ان آیات کا۔ اگر چہ جس CONTEXT میں یہ آیات آرہی ہیں اس کے لحاظ سے تشریح کے اور پہلو بھی ہیں لیکن میں اس تشریح میں نہیں جارہا جو گفتگو میں نے کی ہے اسی کے حوالے سے ان کا ترجمہ کر رہا ہوں۔ ان آیات کا تاریخی اعتبار سے پس منظر یہ ہے کہ جس سن میں غزوہ احزاب ہوا اسی کے قریب یہ آیات اتریں ہیں اور یہ وہ زمانہ ہے کہ جب فتوحات ہونے لگی تھیں جیسے کہ اور بنوقریظہ کے باغات وغیرہ مسلمانوں کے قبضے میں آئے خیبر کا علاقہ فتح ہو گیا بہت سارا مال غنیمت مسلمانوں کے پاس آ گیا اور عام مسلمانوں کی مالی حالت قدرے بہتر ہوگئی۔ جب مہاجرین ہجرت کر کے مدینے آئے تھے اس وقت پہلے دو تین سال انتہائی کسمپرسی کا حال تھا چند ایک لوگ آسودہ حال تھے جو دوسروں کی مدد بھی کرتے تھے۔ لیکن عمومی اعتبار سے مسلمانوں پر کسمپرسی کا زمانہ تھا جب یہ خیبر کا علاقہ اور دوسرے علاقے فتح ہو گئے تو مسلمانوں کے ہاتھ مال غنیمت آیا تو عام مسلمانوں کی حالت بھی بہتر ہوگئی ازواج مطہرات نے بھی رسول اللہ ﷺ سے گھر کا نان نفقہ بڑھانے کے لئے مطالبہ سا کر دیا گھر کا خرچہ جو بھی تھا ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سال بھر کا خرچہ اپنے گھر کے لئے نکال دیتے تھے۔ اس کا مطالبہ کیا اس پر یہ آیات اتریں جو ''آیات تخییر'' کہلاتی ہیں کہ ان خواتین کو ایک CHOICE دیا جا رہا ہے اگر چہ ہمارے دین اسلام میں عائلی زندگی کا قانون یہ ہے کہ طلاق کا اختیار مرد کو ہوتا ہے عورت کو تو صرف عدالت کے ذریعے خلع کا اختیار ہے محمد رسول اللہ ﷺ کو یہ

مطالبہ اپنی خواتین کی طرف سے اچھا نہ لگا لہٰذا ان کے لئے ان آیات میں ہدایت کی گئی ہے کہ ''اے نبی آپ اپنی خواتین کو ایک CHOICE دے دیجیے کہ اگر تو تمہیں دنیا پسند ہے اچھا STATUS پسند ہے اچھا کھانا اچھا پینا اور DINING TABLE پر صبح، دوپہر، شام ایک سے زیادہ کھانے ہوں اور اچھا لباس ہو اور دنیاوی سہولتیں ہوں اگر یہ پسند ہے تو پھر نبی کے گھر میں نہیں رہ سکتیں۔ فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْکُنَّ وَاُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا تو پھر آؤ میں تمہیں رخصت کر دیتا ہوں۔ البتہ اگر تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور آخرت پسند ہے تو اس کے کچھ تقاضے ہیں جو تمہیں ادا کرنے چاہییے۔ اس وقت نبی اکرم ﷺ کے عقد میں چار خواتین تھیں چاروں نے اس اختیار سے جو ان آیات میں دیا گیا تھا اپنی آزاد مرضی سے یہی فیصلہ کیا تھا کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کے عقد میں رہیں گی ہمیں دنیا نہیں چاہیے ہمیں آخرت چاہیے۔ یہ بہت بڑا مقام ہے۔ یہ ہے ان آیات کا تاریخی پس منظر۔ اس میں سارا نقشہ ہے اس اعتبار سے کہ ختم نبوت کا وہ پہلو جس سے عورتوں پر بھی اتمام حجت ہو جائے اور جو ذمہ داری اللہ نے خواتین پر لگائی ہے اس کا بیان ہے۔ فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ ''اے نبی ﷺ آپ اپنی ازواج کو فرما دیجیے'' ازواج جمع کا صیغہ ہے۔ مراد ہے کہ تین سے زیادہ خواتین تھیں تاریخی اعتبار سے اس وقت چار خواتین آپ ﷺ کے زیر عقد تھیں۔ آپ ﷺ اپنی ازواج کو یہ اختیار دے دیجیے اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا اگر تمہیں دنیا پسند ہے دنیاوی زیب و زینت اور STATUS پسند ہے اور اس زندگی کا اعلیٰ معیار پسند ہے فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ تو آؤ مجھے بتا دو اس کو اختیار کر لو میں تمہیں کچھ دے دوں گا وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا لیکن پھر تمہیں گھر سے رخصت کر دوں گا تمہیں دنیا کی زندگی چاہیے تو جاؤ کہیں اور گھر بسا لو۔ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ اور اگر تم یہ اختیار کر لو کہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا چاہیے اور آخرت چاہیے کہ جو کچھ بھی میسر ہو گا ٹھیک ہے اگر محمد ﷺ اچھا کھائیں گے تو ہم بھی اچھا کھا لیں گے اگر ان کو تنگی تکلیف فاقہ آ جائے گا تو ہم بھی فاقہ بسر کر لیں گے گزارا کر لیں گے اگر یہ طرز زندگی تمہیں پسند ہے اور آخرت کی زندگی پسند ہے فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ○ تو اس صورت

میں دنیا تو جو گزرنی ہے وہ گزر ہی جائے گی لیکن تم میں سے جو بھی یہ فیصلہ کرلیں کہ ہمیں آخرت چاہیے محمد رسول اللہ ﷺ کا گھر چاہیے ان کی ہم نشینی چاہیے تو فرمایا ایسی محسنات کے لیے، ایسی احسان کی روش اختیار کرنے والیوں کے لئے، ایسی بہتر زندگی اپنے لئے CHOICE کرنے والیوں کے لئے اللہ نے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

آگے فرمایا! یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ اگلی آیت میں وہی انداز ہے جو ابھی میں آپ کو سورۃ بنی اسرائیل کی آیت پڑھ کر سنا چکا ہوں کہ اے محمد رسول اللہ ﷺ بالفرض اگر آپ مداہنت کے متعلق سوچنے پر بھی آمادہ ہو جائیں تو اللہ کی طرف سے جو آپ کا مقام ہے اس کے اعتبار سے یہ بہت بڑی کوتاہی شمار ہوگی تو اللہ تعالیٰ آپ سے سخت ناراض ہوگا معاذ اللہ۔ امکان نہیں تھا لیکن سمجھانے کے لئے ہے یہاں بھی فرمایا! یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ اے نبی کی بیویو! مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ جو کوئی تم میں سے کسی صریح بے حیائی کے کام میں ملوث ہو جائے گی۔ امکان نہیں ہے اور نہ ہوا اس لیے کہ سورۃ النور میں اللہ کی طرف سے بات واضح ہو چکی ہے الطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ کہ یہ جو رشتہ نکاح وجود میں آتا ہے اور اس میں جو پسند ناپسند اور جو پیغام بھیجے جاتے ہیں اس کے نتیجے میں جو کوئی بات طے ہوتی ہے اس کا ایک معنوی اور اخلاقی اصول ہے وہ اللہ نے بیان فرما دیا کہ ایک پاک سیرت مرد ایک پاک سیرت خاتون کو ہی پسند کرسکتا ہے اور ایک پاک سیرت خاتون ایک پاک سیرت مرد کو ہی پسند کرسکتی ہے اور ایک بے حیا عورت کسی نمازی پرہیزگار اور شریف مرد کو پسند نہیں کرسکتی اور ایک بے حیا اور بدکردار مرد کسی نیک شریف خاتون کو پسند نہیں کرسکتا۔ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ یہ اصول سورۃ نور میں ہے۔

یہاں فرمایا: اے نبی کی بیویو! تم میں سے کسی سے کوئی SPONTANEOUS غلطی ہوگئی جذبات میں کوئی غلطی ہوگئی اسی کا امکان ہے بالفرض اگر کسی بے حیائی کے کام میں ملوث ہوگئی یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ اللہ تعالیٰ اس کی سزا کو دوہراہ کردے گا۔ یہ ایک عام مسلمان خاتون کی غلطی کی طرح نہیں ہوگی تم نبی کی بیویاں ہو تم نمونہ ہو دوسری خواتین کیلئے۔ وہی بات جو محمد رسول اللہ ﷺ کیلئے کہی گئی وہی مقام ہے اس معنی میں یہاں آپ کے گھر کی خواتین کا

يُضٰعَفُ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے عذاب کو سزا کو دو گنا کر دے گا وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرًا ۝ اور یہ بات اللہ کے لئے آسان ہے مشکل نہیں ہے اللہ کر سکتا ہے۔

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اور (اے نبی کی بیویو) تم میں سے جو کوئی اطاعت اختیار کرلے گی اللہ کی اس کے رسول ﷺ کی، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرے گی۔ وَتَعْمَلْ صَالِحًا اور اچھے کام کرے گی، یہ بات وہی ہے کہ صرف زبان سے کسی بات کا اقرار کر لینا اور عمل سے اس کی خلاف ورزی کرتے رہنا نام کا کلمہ پڑھ کر مسلمانوں میں شامل ہو جانا عمل کے اعتبار سے پیچھے رہنا نام کے اعتبار سے کسی تنظیم میں کسی جماعت میں شامل ہو جانا تقاضے اس کے ادا نہ کرنا یہ ایک ہی بیماری ہے جو مختلف شکلوں میں مختلف ادوار میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہاں بھی اللہ نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا کہ نبی کے گھر میں ہونا اور زبان سے کہہ بھی دینا کہ ہاں ٹھیک ہے ہمیں اللہ اور اس کے رسول پسند ہیں یہ تمہیں آخرت میں نجات نہیں دلا سکتا۔ وَتَعْمَلْ صَالِحًا اچھے کام کرنے پڑیں گے کردار میں تبدیلی لانی پڑے گی اس کا حق ادا کرنا پڑے گا۔ انسان سے غلطی کا امکان باقی رہے گا لیکن ایک EFFORT جو انسان کی طرف سے ہونی چاہیے کوشش ہونی چاہیے جو اس کے لیے محنت درکار ہے اگر اس کا فقدان ہے وہ کہیں نظر نہیں آرہی تو پھر اللہ کے ہاں نبی کی بیوی ہونے کی وجہ سے کوئی CREDIT نہیں مل سکتا۔ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اور اے نبی کی بیویو جو کوئی تم میں سے اطاعت اختیار کرے گی اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی۔ وَتَعْمَلْ صَالِحًا اور اچھے کام کرے گی۔ نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ تو تمہیں اجر بھی دگنا دیں گے۔ یہ تو مقام کی بات ہے نافرمانی کرو گی تو سزا بھی سخت ہے اور اگر اچھے کام کرو گی اس مشکل کو نبھا جاؤ گی تو اجر بھی زیادہ۔ یہ کام بہت مشکل ہے صاف ظاہر ہے آگے آرہا ہے ازواج مطہرات کیلئے کہ تم عام خواتین کی طرح نہیں ہو محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد تم نکاح ثانی نہیں کر سکتیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی ہے تو ایک اعتبار سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہت کم عمر تھی زیادہ سے زیادہ یہ کہ 28، 27 سال کی ہوں گی لیکن ان کی جو وفات ہوئی ہے وہ جا کر ہوئی ہے سن 58 ہجری میں۔ 11 ہجری میں رسول اللہ ﷺ کا وصال ہے 58 ہجری میں جا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فوت ہو رہی ہیں۔ کوئی اور خاتون ہو تو نکاح ثانی کر سکتی ہے ہمارے

معاشرے میں تو عجیب لگتا ہے عرب کے معاشرے میں تو کوئی عجیب نہیں تھا وہاں تو کوئی عورت بیوہ ہوئی ہے تو عدت کی مدت گزاری اس کے بعد نیا نکاح کر لیا۔ تو اللہ نے تعالیٰ ان خواتین پر اگر ایک طرف یہ بوجھ ڈالا ہے تو دوسری طرف اجر بھی زیادہ کر دیا کہ یہ پابندیاں برداشت کر لو تو اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے۔ نُؤْتِهَا اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ تو اے نبی کی بیویو ہم تمہیں اجر بھی دو ہرا دیں گے صاف ظاہر ہے کہ جتنی کسی کی محنت ہو جتنی کسی کی EFFORT ہو جتنی PAINS کسی نے کسی کام میں لی ہوں گی اتنا ہی اللہ کے ہاں اس کا اجر ہے۔ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا اور اللہ نے فرمایا: تیار کر رکھیں ہیں ہم نے اس خاتون کے لئے جو ان باتوں پر پوری اتر جائے گی' ایک عزت کی روزی بہت ہی اچھا بہت ہی اعلیٰ مقام، آخرت میں بہت ہی اعلیٰ درجہ تیار کر رکھا ہے۔

اگر چہ بات واضح ہو چکی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے مختلف اسلوب سے اس کو دہرایا ہے کہ اگر اب بھی بات میں کوئی کنجلک رہ گئی ہے تو جسے کہتے ہیں بالکل سیدھی بات بغیر لگی لپٹی رکھے کے' یہ ہے يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اے نبی کی بیویو! تم دوسری عورتوں کی طرح کی عورتیں نہیں ہو' اب رسول اللہ ﷺ کے گھر میں آ کر اور پھر اس آیت تخییر کے حوالے سے اس بات کو اپنی CHOICE اور آزاد مرضی سے حاصل کر کے کہ ہم محمد ﷺ کے گھر میں ہی رہنا چاہتی ہیں' اب تم عام عورتوں کی طرح نہیں رہی۔ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ اگر تم تقویٰ اختیار کرو اگر تم ڈرو اگر تمہیں اس بات کا احساس ہو تو تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو' تمہیں اپنے مقام کو پہچاننا چاہیے اپنی اس اعلیٰ حیثیت کو پہچاننا چاہیے تمہیں دیکھنا چاہیے کہ رہتی دنیا تک تا قیامت تمہارا ایک مقام ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرما دیا ہے محمد ﷺ کے گھر میں ہونا محمد ﷺ کی بیوی ہونا اتنا اعلیٰ مقام ہے کہ رہتی دنیا تک کے لیے تم نمونہ بن گئی ہو تم ان کے لیے اسوہ بن گئی ہو۔ جیسے علامہ اقبال نے کہا ہے: ''مادران را اسوۂ کامل بتول'' یہ جو محمد ﷺ کی بیویاں ہیں اور ان کی جو اولاد ہے صاف ظاہر ہے کہ اگر کوئی نمونہ پکڑا جائے گا تو کہاں سے پکڑا جائے گا کسی بچی کیلئے نمونہ ہو گا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نمونہ ہو گا اور کسی شادی شدہ خاتون کے لیے نمونہ پکڑا جائے گا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ہیں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں وہاں سے نمونہ پکڑا جائے گا۔ تو فرمایا اے نبی ﷺ کی بیویو تم دوسری عورتوں کے طریقے پر عورتیں نہیں ہو۔

اِنِ اتَّقَيۡتُنَّ اگرتم احساس فرض کرو اللہ سے ڈرو خدا خوفی اختیار کرو۔

اب آگے چار باتیں فرمائی جارہی ہیں اور یہ بھی سمجھ لیں کہ یہ خواتین یہ امہات المومنین نمونہ بنائی جارہی ہیں، اور کہیں کوئی نمونہ صرف MODEL کے لئے تو نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کو اس کی اتباع بھی کرنی چاہیے آج بعد کی خواتین میں سے جو کوئی مسلم خاتون ہے اس کے لئے جو نمونہ ہوسکتا ہے وہ حضرت محمد ﷺ کی ان ازواج مطہرات کا طرز زندگی ہے کہیں اور سے نمونہ نہیں ہو سکتا۔ یہ عصمت یا حفاظت جو ہے اپنی عفت کی حفاظت خیالات کی حفاظت نظریات کی حفاظت اپنی شرم گاہوں کی حفاظت یہ صرف عاصمہ نام رکھ لینے سے آدمی نہیں بچ سکتا جب تک جذبہ نہ ہو اس کے پیچھے اس کی سوچ نہ ہو آدمی کے اندر خوف خدا نہ ہو تقویٰ نہ ہو وہ چاہے مرد ہو چاہے عورت ہو۔ تو اللہ نے فرمایا کہ: اے نبی کی بیویو! اگر تم اپنے مقام اور مرتبے کا احساس کرو تو چار باتیں ہیں جو آگے فرمائی جارہی ہیں۔ اور یہ آج کی خواتین کے لیے بھی سو فیصد بلکہ جسے محاورے میں کہتے ہیں۔ HUNDRED ONE PERCENT آج بھی اسی طریقے پر لاگو ہیں۔ وہ کیا بات ہے اگر کسی مرد سے بات کرنی پڑے؛ ممکن ہے کہ کسی عورت کو کبھی کسی مرد کے ساتھ بات کرنا پڑ جائے مہمان ہوسکتا ہے کوئی دروازے پر آسکتا ہے بازار جانا پڑسکتا ہے ڈاکٹر کے پاس جانا پڑسکتا ہے اور تمام احتیاطوں اور ہر شر سے بچنے کے باوجود کہیں نہ کہیں گفتگو کرنی پڑ ہی جائے گی تو فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِالۡقَوۡلِ لجاجت کے انداز میں، دب کر گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ بہت بڑی بات ہے آج کے دور میں واقعہ یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ پر طاری کر کے دیکھے سوچ کر دیکھے۔ بہر حال پہلی بات یہی ہے کہ فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِالۡقَوۡلِ اے نبی کی بیویو دراصل تمام مسلمان خواتین کو خطاب ہے کہ تمہیں کسی مرد کے ساتھ بات کرنی ہو تو لجاجت کے انداز میں محبت کے انداز میں دبے ہوئے انداز میں بات نہیں کرنی چاہیے۔ فَيَطۡمَعَ الَّذِىۡ فِىۡ قَلۡبِهٖ مَرَضٌ ایسا نہ ہو کہ وہ مرد جس سے خاتون بات کر رہی ہے ممکن ہے کہ اس عورت کے دل میں جو بات کر رہی ہے مثلاً نبی ﷺ کی بیویوں سے خطاب ہے ان کے دل میں کسی غلط بات کا کوئی اندیشہ ممکن نہیں ہے اگر بعد کی کوئی عورت بات کر رہی ہے فرض کرلیں کہ اس کے دل میں کوئی اندیشہ نہیں ہے لیکن جس مرد سے بات ہو رہی ہے اس کی تو کوئی گارنٹی نہیں ہے تو ایسا نہ ہو کہ تم دب کر بات کرو فَيَطۡمَعَ الَّذِىۡ فِىۡ قَلۡبِهٖ

مَرَضٌ پھر لالچ کرے وہ شخص جس کے دل میں کوئی بیماری ہے جسے خدا خوفی نہیں ہے اس کے دل میں ایسے خیالات آجائیں ایسی طرف اس کا میلان ہو جائے۔ اور اس کا امکان موجود ہے ایک درجے میں تو ایسا خیال ہر آدمی کو آسکتا ہے لیکن بہر حال خاص حد تک TOLERABLE ہے چلو CONDONABLE ہے کہ کوئی بات نہیں ہے یہ خاص حد سے آگے بڑھ جائے تو کوئی شر بھی پیدا ہوسکتا ہے اگر دب کر بات نہ کی جائے تو اس شر کے پیدا ہونے کا امکان کم سے کم رہے گا اگر دب کر بات کی جائے تو جس کے دل میں خیال نہ بھی ہو تو پیدا ہو جائے گا۔ لہٰذا پہلا حکم دیا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ کی بیویو اگر کسی مرد سے بات کرنی ہو تو لجاجت کے انداز میں بات نہیں کرنی کہیں کسی کے دل میں کوئی چور ہے کوئی شر ہے کوئی جنسی میلان ہے ایسا نہ ہو کہ وہ بھڑک اٹھے اور بات آگے بڑھ جائے۔

وَقُلۡنَ قَوۡلاً مَّعۡرُوۡفًا o اور اے نبی ﷺ کی بیویو: تم معروف طریقے پر بات کیا کرو جو صحیح بات ہو معروف طریقے پر ہو وہ کرنی چاہیے۔ یہ بات دراصل وہی ہے جو میں نے کہی ہے قرآن مجید میں کئی مقامات پر محمد رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے امت کو خطاب کیا گیا ہے اور اس میں بعض جگہ پر سخت انداز بھی ہے لیکن بات وہی ہے کہ امت کو سمجھانا مقصود ہے۔ نبی ﷺ کی بیویوں سے اس بات کا امکان نہ ہونے کے برابر تھا لیکن اصل بات یہ ہے کہ جو امت کی مسلمان خواتین ہیں ان کے لئے نمونہ بنانا مقصود ہے ان کو احکام دیئے جا رہے ہیں فرمایا: کسی سے دب کر بات نہ کرو ایسا نہ ہو کہ اس کے دل میں کوئی شر ہو تو اس کو کہیں پنپنے کا موقع مل جائے اور تم بات کرو بھلے طریقے پر معروف طریقے پر۔

وَقَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ تیسرا حکم یہ ہے کہ اے نبی کی بیویو تم اپنے گھروں میں قرار پکڑو۔ اصل مقام مسلمان خاتون کا اس کا گھر ہے۔ ایمرجنسی ہوسکتی ہے ایمرجنسی مختلف درجوں میں ہوسکتی ہے جو بالکل خاتون خانہ ہے گھر سے باہر کوئی کام JOB وغیرہ نہیں کرتی اسے بھی کبھی اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں ڈاکٹر کے پاس یا اور کہیں جانا پڑ سکتا ہے کسی سے گفتگو کرنی پڑ سکتی ہے تو فرمایا یہ جا رہا ہے کہ وہ اسے صرف ایمرجنسی سمجھے کہ میں صرف خاص حالت کی وجہ سے اس حکم سے تجاوز کر کے ہی جا رہی ہوں۔ اصل مقام جو خاتون کا ہے وہ اس کا گھر ہے۔ وَقَرۡنَ فِیۡ

بُیُوْتِکُنَّ اورتم اپنے گھروں میں قرار پکڑو۔فارغ وقت بھی ہوتو کسی معقول وجہ کے بغیر سیر سپاٹا کا شوق، SHOPPING یا اور کسی وجہ سے یا بلا وجہ ہی جارہی ہے تو یہ کسی باعمل باکردار مسلمان خاتون کا شیوہ نہیں ہوسکتا۔

وَلَاتَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی اور اے نبی کی بیویو اور ان کو مخاطب کر کے عام مسلمان خواتین کو خطاب ہے کہ دکھلاتی نہ پھرو اپنی زیب و زینت جیسا کہ اسلام سے پہلے دکھلاتی پھرتی تھیں۔یا ایسے بھی ترجمہ ہوسکتا ہے کہ جو خواتین اسلام نہیں لائیں جیسے وہ دکھاتی پھرتی ہیں۔FASHION کپڑوں کا انداز، زیوارت کا انداز، چلنے کا انداز اور باتوں میں فرمایا گیا کہ جو جاہلیت کے طریقے ہیں جاہلیت کے دستور ہیں اے نبی کی بیویو تمھیں زیب نہیں دیتا کہ اس طریقے پر بن سنور کر باہر نکلو۔بروج کہتے ہیں نمایاں جگہ کو اب بظاہر کوئی خاتون ایسی ہوسکتی ہے کہ اس نے برقع پہنا ہوا ہے لیکن وہ ایسے عجیب ڈیزائن کا یا ایسے GLAMOUR والے کپڑے کا پہنا ہوا ہے کہ بازار میں نظر اسی کی طرف جارہی ہے تو معلوم ہوا ہے کہ اس برقع کے پہننے کا بھی کوئی فائدہ نہیں کہ نمایاں تو ہوگئی جو ہونی نہیں چاہیے تھی۔وَلَاتَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی اور اے نبی ﷺ کی بیویو تم اپنے آپ کو ظاہر نہ کرو نمایاں نہ کرو دکھلاتی نہ پھرو جیسا کہ جاہلیت کہ دور میں یہی خواتین جو اسلام سے پہلے تھیں وہ دکھلاتی پھرتی تھیں یا جاہلیت کے خواتین جو اسلام سے باہر ہیں وہ اب بھی دکھلاتی پھرتی ہیں۔

پہلے چار احکام تو تھے منفی' کہ یہ نہ کرو یہ نہ کرو۔اب آگے مثبت احکام ہیں کہ تمھیں یہ یہ کرنا ہے۔اور نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات سے ان احکام کی خلاف ورزی کا امکان نہیں تھا آج کی خواتین کو مخاطب کر کے یہ بات کہی جارہی ہیں۔ وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ اور اے مسلمان خواتین(بظاہر خطاب ہے یٰنِسَاءَ النَّبِیِّ اے نبی کی بیویو!)''نماز قائم کرو'ایک نماز کا پڑھنا ہے اور ایک نماز کا قائم کرنا ہے دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے نماز کا پڑھنا اور ہے جیسے آدمی کو جب نماز کے لیے وقت لگا اور فارغ ہوا تو رکوع سجدہ کیا بس سمجھو یہ کہ نماز ادا ہوگئی باقی اس نماز کا پہلے کوئی اثر تھا نہ بعد میں کوئی اثر ہوا یہ نماز قائم کرنا نہیں ہے۔نماز کا قائم کرنا تو یہ ہے کہ آدمی پوری زندگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں دیدے اسی میں وقت نکال کر اپنی یاددہانی کے

لئے اپنی BATTERY CHARGE کرنے کے لئے اپنے جذبے کو بیدار کرنے کے لئے اپنے احساسات کو بیدار کرنے کے لئے نماز میں آئے اور محسوس کرے کہ واقعتاً اگر کوئی غفلت طاری ہوگئی تھی اب دوبارہ میرا شعور بیدار ہوگیا ہے پھر آدمی کام پر نکل جائے۔ اگر یہ احساس ہوگا تو یہ نماز کو قائم کرنا ہے۔ وَاَقِمۡنَ الصَّلٰوۃَ اور نماز قائم کرو وَاٰتِیۡنَ الزَّکٰوۃَ اور زکوۃ ادا کرتی رہو۔ وَاَطِعۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ اور اے نبی کی بیویو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتی رہو۔ پھر وہی ضمنی طور پر مضمون ہے جو پہلے آچکا ہے کہ نبی کے گھر میں ہونا تمہیں کوئی CREDIT نہیں دلا سکتا آج کی مسلمان خاتون کے لئے کہا جا سکتا ہے کہ نام کا مسلمان ہو جانا یا مسلمان شوہر کے گھر میں ہونا کسی خاتون یا کسی مرد کا مسلمان نام رکھ لینا فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب تک اس کا عمل اور کردار اس کے ساتھ گواہی نہ دے اگلی بات جس کی طرف پہلے بھی میں اشارہ کر چکا ہوں یہ ہے کہ ختم نبوت کا یہ تکمیلی پہلو جو اللہ تعالیٰ نے خواتین کو ازواج مطہرات کے ذریعے ایک اسوہ اور نمونہ عطا فرمایا ہے اس کی پھر اللہ نے حفاظت کی ہے جو تعلیمات محمد ﷺ نے دیں ہیں ان کو حاصل کرنے کے لئے بھی تو ایک اطاعت کرنے والا ذہن چاہیے سر تسلیم خم کرنے والا ذہن چاہیے، بُرے نظریات بُرے خیالات سے صاف ایک ذہن چاہیے۔ اللہ نے فرمایا: اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡھِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَھۡلَ الۡبَیۡتِ اہل بیت سے اصلاً مراد نبی ﷺ کی بیویاں ہی ہیں انہی سے خطاب ہو رہا ہے یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ قُلۡ لِاَزۡوَاجِکَ۔ قرآن مجید میں اور مقامات پر بھی اسی طرح ذکر ہے، اصلاً کسی کے اہل بیت اس کی بیویاں کہلاتی ہیں' ہاں اولاد اس کے تابع ہوتی ہے کہ وہ بھی گھر والے ہیں لیکن اصلاً اس سے مراد خواتین ہیں یہاں بہر حال انداز گفتگو یہی ہے کہ اہل بیت سے مراد نبی اکرم ﷺ کی خواتین ہیں ازواج مطہرات ہیں اور ہمارے لئے امہات المومنین ہیں۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ بے شک اللہ تعالیٰ یہ ارادہ کر رہا ہے یہ چاہتا ہے کہ لِیُذۡھِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَھۡلَ الۡبَیۡتِ جو کوئی بھی خرابی سوچ و نظریات میں اسلام کے دور سے پہلے کی کوئی بات لگی ہو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کو دور کر دے۔ اور ہم اس کا صحیح تصور نہیں کر سکتے' مَیں اور آپ مسلمان ہیں ہم مسلمان گھر میں پیدا ہوئے ہیں ہم بچپن سے ان خیالات سے واقف ہیں یہ قرآن ہے یہ نماز ہے یہ روزہ ہے یہ دین کی باتیں ہیں اگر کوئی عمل نہیں کرتا تب بھی تصورات

ذہن میں کچھ چپکے ہوئے ہوتے ہیں کہ دین کا یہ تصور ہے۔لیکن صاف ظاہر ہے محمد رسول اللہ ﷺ کے دور میں جو بات تھی کہ حضور ﷺ سے پہلے کا زمانہ ایک مشرکانہ دور ہے اس میں جو نظریات ہو سکتے ہیں جو سوچ ہو سکتی ہے اس سے اگر کسی درجے میں تقابل کیا جا سکتا ہے تو آج کے دور میں اگر کوئی WESTREN SOCIETY سے نکل کر مسلمان ہو جائے اس کے جو سابقہ خیالات ہیں اور اسلام لانے کے بعد کا جو دور ہو سکتا ہے وہ کسی درجے میں آپس میں CAMPATTABLE نہیں ہے سابقہ جو شعور کی زندگی ہے کوئی آدمی چالیس سال کی عمر میں مسلمان ہو جائے یا آج بھی کسی سے مسلمان ہو جائے اس کی سابقہ سوچ، مشاہدات، لوگوں کے ساتھ میل جول کے نتیجے میں جو تأثرات و تجربات ہیں وہ ذہن سے بالکلیہ محو تو نہیں ہو سکتے کبھی کبھی آدمی سوچتا ہے تو ان کے اثرات بھی ذہن میں سوچ کے ساتھ آجاتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کے بارے میں فرمایا ہے کہ اسلام لانے سے پہلے کے دَور کی کوئی ذہنی اور فکری باتوں میں بھی اگر کوئی ایسا عنصر موجود ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو چاہتا ہے کہ دُور کر دے تا کہ اے نبی کی بیو یو محمد ﷺ نے جو تعلیمات تمہیں دی ہیں جو قرآن پہنچایا ہے جو اللہ کی طرف سے ہدایت تمہیں عطا فرمائی ہے وہ خالص اور اپنی اصلی حالت میں امت تک پہنچا سکو۔اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہِ بے شک اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے لِیُذۡھِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَھۡلَ الۡبَیۡتِ کہ اے اہل بیت اللہ تعالیٰ تم سے رجس کو دور کر دے کوئی سوچ کی خیالات کی معلومات کی اور تجربات کی کوئی برائی ہو سکتی ہے جو آدمی کی سوچ پر اثر انداز ہو سکتی ہے وہ تم سے دور کر دے۔ وَیُطَھِّرَکُمۡ تَطۡھِیۡرًا اور تمہیں پاک صاف کر دے کردار کے اعتبار سے جیسے پاک صاف کرنے کا حق ہے۔ یہ اس لیے کہ امہات المومنین کو قیامت تک کی خواتین کے لیے نمونہ بننا ہے اگر وہاں کوئی خدانخواستہ غلط بات ہو گئی تو پھر قیامت تک خواتین کے لیے غلط اسوہ قائم ہو جائے گا۔لیکن اللہ نے فرمایا: اے نبی کی بیو یو ہم تمہیں بالکل پاک صاف کر دینا چاہتے ہیں۔عصمت انبیاء وہ نبیوں کا خاصہ ہے لیکن غیر نبی کے لئے جتنا بھی اعلیٰ درجہ ممکن ہے اس کے خیالات کی تطہیر کا پاکیزگی کا تصفیہ قلب کا تجلیۂ باطن کا وہ اعلیٰ ترین درجے میں اللہ نے گارنٹی کیا ہے ان خواتین امہات المومنین ازواج النبی ﷺ کے لیے۔اگر چہ یہ موضوع نہیں ہے ضمنی بات ہے کہ یہیں سے وہ تصور

بنا ہے جس میں اہل بیت کا مفہوم بدل دیا کہ اہل بیت میں ازواج مطہرات نہیں ہیں اس لیے کہ ایک خالص گروہ کو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے دشمنی ہے حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں حضرت عمرؓ کی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں تو ان سے ان کی دشمنی ہے اس لئے ازواج مطہرات کو اہل بیت میں شمار ہی نہیں کرتے لہٰذا اہل بیت کے تصور میں سے نبی ﷺ کی بیویوں کو نکال دیا گیا اور کچھ ہستیاں ہیں جو اس میں شامل کر دیں وہ بھی ہمارے نزدیک محترم ہیں لیکن اس آیت کا مصداق نہیں ہے اور پھر وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا کے نتیجے میں وہ پنجتن پاک کا تصور سامنے لا دیا گیا گویا وہ

خشت اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

والا معاملہ ہو گیا کہ ایک غلط سوچ کے نتیجے میں پہلے تھوڑی سی غلطی ہوئی اب اس کا منطقی نتیجہ نکالنا پڑا پھر اور پھر اور پھر اور۔ اور ایک بالکل قرآن مجید کے لیے FOREIGN CONCEPT بالکل ایک CONTRARY CONCEPT نکال دیا کہ یہ پنجتن ہیں اور پنجتن پاک صاف ظاہر ہے کہ یہ ایک فارسی کی اصطلاح ہے قرآن مجید میں تو خیر کیا اس کا ذکر یا اشارہ ملے گا عربی میں کوئی اصطلاح موجود نہیں ہے جو اس کے قریب ہو لیکن وہ اسی آیت سے نکالا گیا ہے ضمنی طور پر اپنے ذہن میں کہیں ASSOCIATE کر لیجیے کہ اسی آیت کو بنیاد بنا کر یہ تصور اس دنیا میں نکالا گیا ہے۔

آخری آیت اس سلسلہ کی یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بیویوں کو مخاطب کر کے یہ کہا جا رہا ہے کہ اے نبی کی بیویو وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِىْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ واذکرن کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ یاد کرو جو کچھ اس تمہارے گھر میں اللہ کی تعلیمات، اللہ کی آیات اور حکمت میں سے جو کچھ پڑھا اور سنا جا رہا ہے اور تذکرہ ہو رہا ہے صاف ظاہر ہے اس گھر میں وحی بھی اترتی تھی اس کا تذکرہ بھی ہوتا تھا تو جو کچھ پڑھایا جا رہا ہے سنایا جا رہا ہے، محمد ﷺ پہنچا رہے ہیں تم تک اور دوسروں تک بھی پہنچ رہا ہے وَاذْكُرْنَ اس کا ذکر کرو اس کو یاد رکھو اور دوسرے یہ کہ اس کو پھیلاؤ' دونوں مفہوم اس میں ہو سکتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیۡفًا خَبِیۡرًا بے شک اللہ تعالیٰ بہت باریک بین ہے' لطیف ہے ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف موٹی موٹی باتوں کو جانتا ہے باریک باتوں کو جانتا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تو جو کچھ انسان کے خیالات ہیں سوچ ہے اس سوچ میں بھی ذرا سی کمی آتی ہے تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ نبی ﷺ کی ازواج کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیۡفًا خَبِیۡرًا اللہ تعالیٰ بہت باریک بین ہے اللہ تعالیٰ تمہاری باتوں کو اور جو تم فیصلے کرتے ہو اور جو تمہارے سینوں میں پوشیدہ باتیں کسی کو معلوم نہیں ہوتی ان سے بھی باخبر ہے۔ تو یہ آیات 28 سے لے کر 34 تک اس میں ازواج مطہرات کا ذکر ہے اور ان کو ایک نمونے کے طور پر مسلمان خواتین کے لیے گویا کہ پیش کیا جا رہا ہے اور جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ یہ ختم نبوت کا ایک تکملی پہلو ہے۔ اصولاً جب بھی کہا جائے گا کہ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے آخری نبی و رسول ہیں وہ مسلمانوں کے لئے اسوۂ کامل ہیں لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ اسی سورۃ میں آیا ہے۔ لیکن اس میں ایک STEP اور نیچے اتریں گے تو ایک مرد کا اسوہ خواتین کے لئے کامل نہیں ہو سکتا خاص طور پر ان مسائل و معاملات میں جو خواتین کے ساتھ خاص ہیں اس میں اللہ نے محمد ﷺ کے اسوہ کو SUPPLEMENT کیا ہے۔ تکمیل کرنے کے لئے ازواج مطہرات کی شکل میں خواتین عطا فرمائیں ان کی اللہ نے تطہیر کی ہے ان کی تربیت رسول ﷺ نے خود بہتر انداز میں کی ہے اور ان کو پھر نمونے کے طور پر مسلمان خواتین کے سامنے پیش کر دیا گیا ہے۔

یہ جو تعلیمات رسول ﷺ نے خواتین کو دیں تھیں اس کا ایک تحفظ تو تطہیر کی شکل میں کیا کہ ان میں کوئی سابقہ تجربات اور دور جاہلیت کی کوئی بات اثر انداز نہ ہو جائے تو تطہیر کر دی اور دوسرا یہ ہے کہ عام خاتون کے لئے اجازت ہے کہ عدت گزر جائے تو نکاح ثانی کر لے لیکن ازواج مطہرات کو چونکہ نمونہ بننا تھا لہٰذا ان پر ایک بہت بڑی پابندی لگا دی گئی۔ عام حالات میں ترغیب دی گئی ہے کہ جو بیوائیں ہوں ان کا نکاح ثانی کر دیا کرو اس لیے کہ بہر حال انسان کے اندر شادی کا ایک جذبہ ہے وہ اس کو برداشت نہیں کر سکتا مرد ہو یا عورت۔ تو کجا یہ کہ وہ کسی غلط راستے سے تسکین کا طریقہ اختیار کرے اللہ نے اس کے لئے جائز راستہ رکھا ہے۔ لیکن امہات المؤمنین کو اللہ نے جو اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے اس کا ایک منطقی نتیجہ تھا کہ ازواج مطہرات کے لئے

فرمادیا گیا ہے کہ اے مسلمانو تم محمد رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتے یہ تمہاری مائیں ہیں نکاح ثانی نہیں ہوسکتا اس میں حکمت کیا ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ جو تعلیمات محمد ﷺ نے دی ہیں صاف ظاہر ہے ان خواتین نے تعلیم اپنے فرض منصبی کے اعتبار سے خواتین ہی کو دینی ہے مرد تعلیمات رسول ﷺ سے حاصل کر رہے ہیں۔ لہٰذا ان تعلیمات کو اپنی خالص شکل میں PURE FORM میں رکھنے کے لئے ازواج مطہرات پر نکاح ثانی کی پابندی لگا دی گئی اور جیسے کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ واقعتاً یہ مشکل کام تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات سن 58 ہجری میں ہے۔ 11ھ سے لے کر 47 سال وہ حضور ﷺ کے بعد بھی حیات رہی ہیں انہوں نے بہر حال اس منصب کو نبھایا ہے۔ یہ ختم نبوت کا تکمیلی پہلو جو خواتین کے اعتبار سے ہے اس کو بھی سمجھنا چاہیے کہ یہ بھی رسول اکرم ﷺ کا اسوہ ہے جو خواتین کی شکل میں خواتین کو اللہ نے عطا فرمادیا ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد جو خلافت کا دور آیا اس میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات قرآن وحدیث سے جو مسائل کا استنباط کرنا تھا صاف ظاہر ہے کہ وہ دور تو ختم نبوت کے نتیجے میں آنا ہی تھا۔ تو آپ ﷺ کے وصال کے بعد سب سے پہلے دور کو حجت قرار دے دیا گیا جو نیا نیا تھا حضور ﷺ کے تربیت یافتہ لوگ تھے جس طرح باتیں انہوں نے محمد ﷺ سے سمجھی تھیں وہ ابھی تازہ تھیں اصول تازہ تھے تعلیمات تازہ تھیں تو انہوں نے قرآن وحدیث کو مدنظر رکھ کر جو مسائل نکالے ہیں استنباط کیا ہے وہ باقی دنیا کے لیے حجت ہے۔

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِىْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّنَ

تو یہ ختم نبوت کے دو تکمیلی پہلو ہیں جو آج کی اس نشست میں نے آپ کے سامنے رکھنے کی کوشش کی ہے اللہ کرے کہ میں اس میں کامیاب ہوا ہوں۔

بارك الله لى ولكم فى القرآن العظيم ونفعنى واياكم بالايات الذكر الحكيم

ذرا سوچیئے! عالم کفر متحد ہو کر مملکت خداداد پاکستان کے گرد گھیرا تنگ کر چکا ہے۔ بھارت اس اتحاد کا ہراول دستہ بن کر پاکستان پر دانت تیز کر رہا ہے لیکن مسلمانانِ پاکستان کے شب و روز میں تبدیلی ہوتی نظر نہیں آتی۔ حکمران اقتدار کے نشہ میں مست ہیں۔ مراعات یافتہ طبقے کا ہر دن عید اور شب شب برأت کا نظارہ پیش کر رہی ہے۔ متوسطہ طبقہ دو وقت کی روٹی اور بجلی اور گیس، پانی کے بلوں کی ادائیگی کے چکر میں تن من کی ہوش کھو چکا ہے۔ دریا میں کود کر اور رسیوں سے جھول کر خودکشی کرنے والوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ حکمرانوں کی غلط پالیسی کے نتیجے میں ملک کے شمالی حصہ میں آج فوج اور عوام ایک دوسرے کے خلاف حالت جنگ میں ہیں۔ امریکیوں کے میزائیل حملوں کو اب ہم نے زندگی کا حصہ سمجھ کر قبول کر لیا ہے اور احتجاج کی تکلیف نہیں کرتے۔ معاشی حالت تو کبھی بھی اچھی نہ تھی اب اخلاقی طور پر بھی دیوالیہ ہو رہے ہیں۔ کراچی میں مسلمان، مسلمان کے خون سے ہاتھ رنگ رہا ہے خود حکمران پاکستان کو مردِ بیمار کہہ رہے ہیں۔ اسے ناکام ریاست کرار دے رہے ہیں۔ سچ پوچھیئے تو پاکستان اس وقت شدید زخمی حالت میں پڑے ہوئے اس جسد کی مانند ہے جو ہر آن موت کی طرف بڑھ رہا ہے اور جسے حشرات الارض نوچنے کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ اف خدایا یہ اس پاکستان کی حالت ہے جو اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا جسے مدینہ کے بعد اسلام کے نام کی بننے والی پہلی ریاست قرار دیا گیا تھا۔

برادران اسلام، ذرا سوچیے کہ ہماری زمینیں سونا اگلتی ہیں اور ہم ایٹمی قوت ہیں، پھر بھی بھوک اور خوف ہم پر مسلط ہے۔ ہم اللہ اور رسول ﷺ کے ماننے والے ہیں۔ ہم حامل قرآن ہیں لیکن کافر اور مشرک ہم پر غلبہ حاصل کر رہے ہیں۔ ہمارے حکمران ان سے ڈکٹیشن لیتے ہیں اور فخر سے ان کی چاکری کرتے ہیں۔

خوف اور بھوک ہم پر مسلط کیوں؟ ہم نے قیام پاکستان کے وقت اللہ سے وعدہ کیا تھا، اے اللہ، تو ہمیں ایک قطعہ اراضی عطا فرما دے۔ ہم اس میں تیرا دین اسلام نافذ کریں گے، ہم نے دنیا کو ''پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ بتایا تھا۔ اللہ نے ہمیں آزاد خودمختار ملک عطا فرما دیا ہمیں خوشحالی دی۔ چھوٹوں کو بڑا بنا دیا۔

ناتواں کوتوانا کر دیا تو ہم اپنے وعدے سے منحرف ہو گئے' ہم مکر گئے ۔ ہم نے فریب و دجل سے کام لیا۔ ہم دنیوی مال ومتاع پر ریجھ گئے ۔ اللہ اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے کو چھوڑ کر شیطان کے نقش قدم پر چلنے لگے ۔ محمد عربی ﷺ کے لائے ہوئے دین حق کو قائم و نافذ کرنے کی بجائے انسان کو شرف انسانیت سے محروم کرنے والی بے حیاء ابلیسی تہذیب اور سودی معیشت کو ہم نے اپنا قومی شعار بنایا، اس طرح اپنے رب سے بغاوت کا گویا اعلان کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کی رحمت ہم سے روٹھ گئی ۔ چنانچہ گراں قدر آزادی اور ملک کی سلامتی سب کچھ خطرے میں پڑ گیا، گذشتہ 62 سالوں کے دوران ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے ہم پر اللہ کے عذاب کے متعدد کوڑے برستے رہے ہیں، یہاں تک کہ ہمارا ایک بازو ہم سے کٹ گیا اور ہمیں بھارت کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا، لیکن برادرانِ اسلام ابھی مہلت ہے ۔ ابھی ہمیں اس ہلاکت خیز انجام سے دو چار نہیں کیا گیا جس کا خواب ہمارے دشمن دیکھ رہے ہیں ۔

بچاؤ کا واحد راستہ ہمارے بچاؤ کا واحد راستہ اللہ کی جناب میں **سچی توبہ** اور اپنے اعمال کی اصلاح ہے ۔

آیئے اپنے رب سے کیے ہوئے عہد بندگی کو نبھانے کا از سر نو عزم کریں اور انفرادی و اجتماعی ہر سطح پر توبہ کریں، یعنی ہر فرد طے کرے کہ وہ اپنی ذات اور گھر بار سے ہر اس چیز کو نکال پھینکے گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق نہ ہوگی اور اجتماعی سطح پر قوم اس نظام کو پاکستان میں نافذ کرے جس سے اسلام ایک اسلامی' فلاحی' مثالی ریاست (یعنی خلافت راشدہ کا نمونہ) بن جائے ۔ ہماری انتظامیہ ہو یا پارلیمنٹ ہو' یا عدلیہ ہر جگہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا قانون بالا دست ہو۔

یہی وہ واحد راستہ ہے جس کو اختیار کرنے سے رب کی روٹھی ہوئی رحمت پھر سے ہم پر سایہ فگن ہو سکتی ہے اور اس کی نصرت وحمایت کے بل پر ہم امریکہ، اسرائیل اور بھارت سمیت تمام اسلام دشمن طاقتوں کے دانت کھٹے کر سکتے ہیں ۔ رب العزت کا فرمان ہے: ''(اے مسلمانوں) اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی طاقت تم پر غالب نہیں آسکتی ، اور اگر (تمہاری بداعمالیوں کی وجہ سے) وہ تمہاری مدد سے ہاتھ کھینچ لے تو کوئی نہیں جو اس کے بعد تمہاری مدد کر سکے!''

آیئے! رب رحیم کے حضور سربسجود ہو کر اس سے اپنے سابقہ گناہوں کی معافی طلب کریں ۔ وہ خطاؤں کو بخش دینے والا اور گناہوں کو معاف کرنے والا ہے ۔ ہم اب اگر سچی توبہ کریں آئندہ دین اسلام پر پورے طور پر عمل پیرا ہو جائیں اور دین حق کے غلبہ اور قیام کے لئے اجتماعی جدوجہد کریں تو اللہ کی رحمت ونصرت

دوبارہ شامل حال ہوسکتی ہے اور دنیا و آخرت کی کامیابیاں ہمیں حاصل ہوسکتی ہیں۔ تنظیم اسلامی بحمداللہ اسی جدوجہد کے لئے سرگرم عمل ہے اور آپ کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دیتی ہے۔